

## حدیثِ قدسی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”یا ابن آدم! تفرغ لعبادتي أملأ صدرك غنى، وأسد فقرك، وإلا تفعل ملأت صدرك شغلا ولم أسد فقرك.“

(مسند أحمد: ۳۵۸/۲)

”اے ابنِ آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ تو نگری سے بھروں گا اور تیری حاجتیں پوری کروں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشتغال سے بھروں گا اور تیری حاجت مندی کا راستہ بھی بند نہیں کروں گا۔“

## انسانی آزادی کا صحیح مفہوم

جدیدیت اور مغربیت سے متاثر نئی نسل کے ذہن میں مختلف قسم کی جو غلط فہمیاں پرورش پا رہی ہیں انھی میں سے ایک غلط فہمی شخصی آزادی کے تعلق سے بھی موجود ہے۔ عام طور سے جب لوگوں کو اسلامی احکام و آداب کے برتنے اور تقویٰ یا تدین کی دعوت دی جاتی ہے تو شیطان اس دعوت سے متنفر کرنے کے لیے لوگوں کے ذہن میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ دین داری نام ہے بے پناہ حدود و قیود کا، اسلامی زندگی عبارت ہے شخصی آزادی سے محرومی سے، اسے اپنا کر آزادانہ زندگی کی پر کیف لذتوں اور رنگینیوں سے ناتانہ توڑ لینا بڑی بے وقوفی اور نادانی کا کام ہے، اس لیے تم ہرگز اپنے اختیارات سے دست بردار ہونے کے بارے میں نہ سوچنا۔ الغرض، اس طرح کی چکنی چپڑی باتیں انسان کے ذہن میں شیطاں الجن والانس دونوں ڈالتے ہیں اور اس قسم کے تصورات کا غلام بن کر ایک بندہ بہ زعم خویش آزادانہ زندگی گزارتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ”آزادی“ کے معنی و مفہوم کو متعین کرنے میں ایسے لوگ زبردست فریب کا شکار ہیں، حالانکہ معمولی غور و فکر سے ایک عام آدمی ”آزادی“ کے حدود و ابعاد کی تعیین کر سکتا ہے۔ عام طور پر فریب خوردہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے، جیسے چاہے جیے، اس کی مرضی اور منشا کے مطابق ہی اس کا ہر کام ہو، اس کے ارادوں اور خواہشوں کی تکمیل کی راہ میں کوئی چیز آڑے نہ آئے، یہی ہے آزادی اور یہی ہے خود مختاری۔

آزادی کا یہ مفہوم بہ ظاہر تو بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن عملی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس مفہوم کا سقم واضح ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ اپنی موٹر گاڑی سے جارہے ہیں، آپ کی خواہش ہے بلکہ ہر سوار کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ پوری تیز رفتاری کے ساتھ چل کر کم سے کم وقت میں منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ تو کیا ایسی صورت میں آپ راستے میں سامنے پڑنے والے کسی بھی ذی روح کی پروا نہ کریں گے؟ سڑک پر آنے جانے والی دوسری گاڑیوں اور راہ گیروں کا خیال نہ کریں گے؟ چوراہوں پر نصب کیے گئے برقی اشاروں اور ٹریفک پولیس کی ہدایتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے چلیں گے؟ آزادی کو جس معنی میں سمجھا جا رہا ہے اس کا تو تقاضا بہر حال یہی ہے۔ لیکن ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ اس تقاضے پر عمل کرنے والے سوار کا حشر کیا ہوگا، ایسا شخص منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنی اور بہت سارے بے گناہوں کی جان سے کھیل جائے گا، ہلاکت، تباہی و بربادی اور خسران دائمی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

مذکورہ مثال اور روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والی لاتعداد مثالیں اس امر کی وضاحت کرتی ہیں کہ انسان کی آزادی بھی فطری طور پر حدود و قیود کی پابند ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح آپ انسان ہیں اور آزاد و خود مختار ہیں ویسے ہی دوسرے لوگ بھی انھی صفات سے متصف ہیں، اگر آپ کی طرح تمام لوگ مزعومہ آزادی سے فریب کھا کر سڑک پر بے لگام چلنے لگیں تو منٹوں میں کیا ہو جائے گا، یہ سب جانتے ہیں۔ عالمی سطح پر آزادی کے نام پر افراتفری اور بے اعتدالی کا جو دور دورہ ہے وہ اسی فکر سقیم کا لازمی نتیجہ ہے۔

(مولانا اسعد اعظمی)

## الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

24 محرم الحرام 1434 ۛ جمعة المبارک 29 نومبر تا 5 دسمبر 2013ء

شماره 46 جلد 65

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ حماد شاکر
- حماد الحق نعیم
- مدیر مسئول
- حافظ احمد شاکر
- مینیجر
- محمد سلیم چنیوٹی

0333-4786507

## جواہر پارے

## حدیث قدسی

## کلمہ طیبہ

## انسانی آزادی کا صحیح مفہوم

## اداریہ

## سنہرا اصول

## دربے قوان

## تفسیر سورة الصفّت..... (۳۰)

## دربے حدیث

## أربعین اعتقادی..... (۲۱)

## تعلیم و تربیت

## اللہ تعالیٰ سے محبت اور اُس کے تقاضے..... (۲)

## بدعات و رسوم

## فضائل ماہِ محرم و یومِ عاشوراء..... (۴) آخری

## تحقیق و تدقیق

## قرآن مجید میں ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾..... (۱)

## یاد رفتگان

## مارگریٹ مارکس سے مریم جمیلہ تک

## افکار معاصرین

## ہمارا سلطان سلیمان عالی شان

## تبصرہ کتب

## فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ (جلد اول)

## فہرست کتب

## فہرست اُردو کتب (محمد عطاء اللہ حنیف لاہوری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج پراج لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }  
 60/- ڈالر امریکی

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## ”سنہرا اصول“

یاد نہیں پڑتا کہ ہمارے حکمرانوں نے کبھی ملکی مفاد میں خود پالیسیاں بنائی ہوں اور نہ ہی یہ یاد پڑتا ہے کہ کبھی امریکا کے ہمارے ساتھ تعلقات اخلاص پر مبنی رہے ہوں۔

ان تعلقات کی تہ میں ہمیشہ پاکستان کے مفادات سے کہیں زیادہ..... بلکہ تمام تر..... امریکی مفادات ہی موجود رہے۔ اگر یہ تعلقات کچھ عرصہ کے لیے خوش گوار رہے بھی ہوں تو امریکی مفادات کی تکمیل کی خاطر اور اگر اب ناگوار بن رہے ہیں تو مفادات میں کمی کے باعث۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب تک روس نے افغانستان میں مداخلت کی حماقت نہیں کی تھی روس امریکی طاقت کے متوازی ایک طاقت کے طور پر موجود رہا اور امریکا اپنی اوقات میں رہا۔ تاہم امریکا مقابلے کی اس کوشش میں ہمہ تن مشغول رہا۔ جس کی وجہ سے ان دو طاقتوں کے درمیان کش مکش سرد جنگ کی صورت میں جاری رہی۔ اس سرد جنگ میں اپنا پلہ بھاری رکھنے کے لیے ان ہر دو طاقتوں کو دیگر ممالک کا تعاون درکار رہا۔ اس طرح ان دو طاقتوں کی باہمی کش مکش کی وجہ سے دُنیا دو..... امریکی اور روسی..... بلاکوں میں بٹی رہی۔ اسے بدقسمتی کہیے کہ امریکا عساکر پاکستان کی روسی پیش قدمی روکنے کی کامیابی دیکھ کر اپنے علاقائی مہروں کے ذریعے اس جنگ میں اپنی روایتی دسیسہ کاری سے داخل ہو گیا اور جیٹو مذاکرات کامیلا رچا کر افغان جہاد کے مقاصد حسنہ تاراج کرنے میں اس حد تک کامیاب ہو گیا کہ اس کے بچھائے کاٹنے حکومت پاکستان ابھی تک چن رہی ہے۔

روس کا المیہ یہ تھا کہ وہ دُنیا کے اس خطے میں واقع ہے جہاں گرم پانیوں کی کوئی بندرگاہ نہ تھی۔ گرم پانیوں کی بندرگاہوں تک رسائی اس کی ضرورت تھی جس کو پورا کرنے کے لیے وہ گوادار اور کراچی کی بندرگاہوں پر نگاہیں لگائے بیٹھا تھا۔ ان بندرگاہوں تک رسائی کے لیے دُنیا کے نقشے پر پاکستان پر سرخ دائرہ لگا رکھا تھا۔ اس کا اصل مقصد ان بندرگاہوں کے حصول کے بعد جلد یا بدیر پاکستان پر حملہ کرنا تھا لیکن ”تدبیر کند بندہ تقدیر کند خندہ“ کے مصداق قدرت نے اُس کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیے لیکن وہ نے افغانستان پر قبضے کے لیے اُس نے اپنی فوجیں افغانستان میں اتار دیں۔ افغانستان پر قبضے سے فراغت کے بعد پاکستان کی طرف اُس کا رخ کرنا یقینی تھا لیکن ان کا بننا بیا کھیل بگڑ گیا کہ پاکستان اور افغانستان اس منکر خدا مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہو گئے۔ افغان مجاہدین اور پاکستان کی بہادر افواج نے مل کر روسیوں کا وہ حلیہ بگاڑا کہ وہ ”پائے رفتن نہ جائے ماندن“ کی صورت سے دو چار ہو گئے۔

امریکا ان حالات کا گہرا جائزہ لیتا رہا۔ اسے اپنے پرانے دشمن سے انتقام لینے کا ایک موقع نظر آ گیا۔ اس طرح وہ بھی دُنیا میں اپنے حریف سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے افغان جہاد میں کود پڑا جس سے روس سے مزاحمتوں کی ڈھارس بندھ گئی۔ روس نہ صرف شکست کھا گیا بلکہ متحدہ سوویت فکڑے ٹکڑے ہو کر سات حصوں میں بٹ گئیں اور دُنیا کے نقشے سے بہ طور ایک طاقت کے اس کا وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹ گیا اور امریکا دُنیا میں جگا بن کر ابھرا آیا۔ طاقت کا نشہ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کے مقابل اب کوئی دوسری طاقت نہیں رہی اور گلیاں مکمل طور پر ”سبجیاں“ ہو گئی ہیں تو ”مرزے یار“ کی طرح چلنے کی بجائے اُس نے دھمال ڈالنی شروع کر دی۔ طاقت کے نشے میں آ کر اس نے اسلام اور مسلمان دشمنی پر مبنی نیورلڈ آرڈر جاری کیا۔ اور کئی اسلامی ممالک لیبیا، ایران، عراق اور مصر وغیرہ اس کی دھمال میں پاؤں تلے روندے جانے لگے۔ افغانستان کے مجاہدین اور پاکستان کی افواج جنھوں نے روسی طاقت کا خاتمہ کر دیا تھا اس کی نگاہ میں تیر بن کر کھٹکنے لگیں۔ افغان مجاہدین کی طاقت توڑنے کے لیے امریکی سلامتی کے موہوم خوف کی بنیاد بنا کر افغانستان پر چڑھائی کر دی اور ساتھ ساتھ القاعدہ کے موہوم وجود سے دشمنی کی بنیاد پر

پاکستان کے قبائلی علاقوں پر اولاً میزائل پھر ڈرون حملے شروع کر دیے جس سے اُن گنت ہزاروں بے گناہ شہری مارے گئے اور اب تک مارے جا رہے ہیں۔ ان حملوں کی کوکھ سے پاکستان میں دہشت گردی نے جنم لیا ہے جو ہر گزرنے والے دن کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔

پاکستانی حکمران جب ان حملوں کی مذمت کرتے ہیں تو امریکی حکام کی طرف سے برملا یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حملے پاکستان کے ارباب اختیار کی اجازت یا علم سے شروع کیے گئے تھے جواب تک جاری ہیں۔ اگر پاکستانی حکام نے ان حملوں کی اجازت دے رکھی تھی تو ان کی طرف سے ان کی مذمت میں چیختے چلاتے بیان..... چہ معنی دارند۔ اس حکومتی پالیسی سے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ حکمرانوں کی پالیسی جمہوری سیاست کا ہی کیا دھرا ہے تھی اور ان پاکستانی حکام مذمتی بیان ”قول القائل مالا یرضی بہ القائل“ کے مظہر ہیں۔

اس نو سالہ بے ثمر جنگ میں پاکستان کا معاشی نقصان تو ہوا ہی ہے امریکا کے ٹخنے اور گھٹنے بھی مجروح ہو چکے ہیں۔ وہ وہاں سے جان چھڑا کر بھاگنا چاہتا ہے۔ وہاں سے ”باعزت“ طور پر نکلنے کے لیے طالبان کے ساتھ خود نو مذاکرات کا ڈول ڈال رکھا ہے۔ لیکن جب پاکستان پاکستانی طالبان کے ساتھ مذاکرات کی کوشش کرتا ہے تو ان پر ڈرون حملے کر کے مذاکرات کو سبوتاژ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ گویا جو راستہ اپنی نجات کے لیے امریکا نے اختیار کر رکھا ہے وہ اسے پاکستان کے لیے گوارا نہیں۔ پاکستان کی طرف سے طالبان کے ساتھ مذاکرات کا آغاز ہوا چاہتا تھا کہ امریکا نے شالی وزیرستان پر ڈرون حملہ کر کے طالبان کے کمانڈر حکیم اللہ محسود کو موت سے ہم کنار کر کے طالبان سے ہونے والے مذاکرات کو سبوتاژ کر دیا۔ گویا اس کو بھی اس کی دوغلی اور دوہری پالیسی کا مظاہرہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

ان سب کے علاوہ پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے امریکا پاکستان کے اندر بھی دورخی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ ایک طرف وہ پاکستانی فوج کو اس جنگ میں الجھا کر ایک عرصے سے اُس کے کردار اور شہرت کو داغ دار بنانے میں کوشاں ہے تو دوسری طرف پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کا زہر ہلا بل پھیلا رہا ہے۔ پاکستانی وزیر داخلہ جناب چودھری نثار احمد نے انہی امریکی کارستانیوں کے پیش نظر امریکا کے ساتھ تعلقات پر نظر ثانی کرنے کا کہا ہے لیکن یہ نظر ثانی کب ہوگی؟ غالب کے بقول

تیرے وعدے پہ جیسے تو جان یہ جھوٹ جانا

پاکستانی کابینہ کے دوسرے دھڑے کے سرخیل جناب سرتاج عزیز امریکا کی اس یقین دہانی پر اعتماد کیے بیٹھے ہیں کہ وہ طالبان سے مذاکرات کے دوران ڈرون حملے نہیں کرے گا۔ لیکن مذاکرات تب ہی ہوں گے جب ان کے لیے فضا ہموار ہوگی۔ سرتاج عزیز کے بیان کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ امریکا نے ہنگو پر ڈرون حملہ کر کے حالات کو مزید گھمبیر بنا دیا ہے۔ ہنگو قبائلی علاقہ نہیں بلکہ پاکستان کا بندوبستی (سینٹلڈ) علاقہ ہے۔ امریکا نے ہنگو پر حملہ کر کے پاکستانی ارباب اقتدار، فوج اور عوام کی غیرت کو لاکار اور غیر علانیہ جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔

اس پر ہمارے ارباب اقتدار صرف زبانی احتجاج ہی کر سکتے تھے اس لیے وہ احتجاج کر کے رہ گئے ہیں حالانکہ یہ معاملہ ملکی سلامتی کا تھا اور اس کا سنجیدگی کے ساتھ نوٹس لینا چاہیے تھا۔ جناب عمران خان نے حکومتی مفاہمت کے بغیر ان حملوں کے خلاف بہ طور احتجاج نیٹو سپلائی بند کرنے کی دھمکی دی تھی اور اب اس دھمکی کو عملی وہ عملاً شروع بھی کر چکے ہیں۔ دوسری طرف حکومتی رد عمل نہایت مضحکہ خیز ہے۔ نیٹو سپلائی جاری رکھنے کے بارے کہا گیا ہے کہ یہ معاہدے کے تحت کی جاری ہے اور اسے روکا نہیں جاسکتا۔ سوال یہ ہے کہ حکومت کو صرف معاہدہ کر ہی سکتی ہے اور اس معاہدے کو منسوخ کرنے کا حوصلہ نہیں کر پارہی؟ یہ ایک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

یہ نیٹو سپلائی کا جاری رکھنا خالصتاً امریکی غلامی کا واضح مظہر تو ہے ہی لیکن ہماری نظر میں عمران خان کا موقف بھی درست ہونے کے باوجود ناقابل فہم ہے۔ اس کی طرف سے دھرنے اور نیٹو سپلائی بند کرنے سے ملک کے اندر انتشار میں اضافہ ہوگا۔ اس سے امریکا کی خدمت تو ہو سکے گی پاکستان کا کچھ سنو نہیں سکے گا۔

حکومت کو اس بارے میں ٹھوس اور دو ٹوک پالیسی کا واضح اعلان کرنا چاہیے وگرنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ طاغوت ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کے ”سنہرے اصول“ پر عمل کرتے ہوئے دینی و سیاسی حلقوں یا نظریاتی اختلاف رکھنے والی سیاسی جماعتوں کی باہم سر پھٹول کرا کے انھیں غیر شعوری طور پر اپنی پالیسی کا میاب کرانے میں استعمال نہ کر لے۔

## تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

نہیں آئے گی۔ مگر جب موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کر دیا جائے گا اور اہل جنت کو موت کا یہ انجام دکھا کر کہا جائے گا کہ تم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور اہل دوزخ سے بھی کہا جائے گا کہ اب تم نے ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ (بخاری: ۶۵۴۴، ۶۵۴۸، ۶۷۳۱) تب انھیں علم ہوگا کہ ہماری دائمی زندگی یہاں کی ہے۔

ایک انسان اگر راحت و آرام کی زندگی بسر کرے اور اسے معلوم ہو کہ یہ راحت و آرام چند یوم کے لیے ہے تو وہ اس عیش و عشرت میں بھی فکرمند ہوگا اس کی صحیح معنوں میں خوشی تب ہوگی جب اسے معلوم ہو کہ یہ عیش و آرام کی زندگی دائمی اور ابدی ہے۔ چنانچہ جب اہل جنت کو بتلادیا جائے گا تب وہ خوشی کا اظہار کریں گے۔

مگر یہ تاویل درست نہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ موت کے ذبح ہونے تک اہل جنت کو اطمینان اور کامل خوشی حاصل نہیں ہوگی۔ حالانکہ انھیں تو جنت میں داخل ہوتے ہی جنت الخلد کی بشارت دے دی گئی تھی۔ وہ جنت بھی کیا جنت ہے جس میں فکرمندی کا دھڑکا لگا رہے۔ اس حدیث میں بھی اس اعلان کے بعد اہل جنت کی خوشی میں اور اہل جہنم کی غمی میں اضافے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ خوشی میں اضافے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلے غمگین ہوں گے۔

﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَبِيتَيْنِ﴾ میں استفہام تعجب کے لیے ہے، سوال کے لیے نہیں۔ اسلوب کلام میں یہ بات عموماً پائی جاتی ہے کہ جب انسان حیرت ناک کامیابی حاصل کرتا ہے تو پکارا اٹھتا ہے کہ کیا واقعتاً میں نے اسے پالیا ہے۔ بالکل یہی کیفیت اہل جنت کی ہوگی کہ کیا واقعتاً ہم یہاں پہنچ گئے۔

(باقی صفحہ نمبر ۷ پر ملاحظہ کیجیے)

﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَبِيتَيْنِ﴾ ۵ اَلَا مَوْتَتْنَا اَلْاُولٰٓئِیْ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبَيْنِ ۵ اِنَّ هٰذَا لَهَوَ الْفَوْزِ الْعَظِیْمِ ۵ لِيُبْلِیْ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿[الصّٰفّٰت: ۵۸-۶۱]

”تو کیا ہم کبھی مرنے والے نہیں ہیں۔ مگر ہماری پہلی موت اور نہ ہم کبھی عذاب دیے جانے والے ہیں۔ یقیناً یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایسی کامیابی ہی کے لیے لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔“

جنتی شخص اپنے جہنمی دوست سے جب بات کرے گا اور کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے میں یہاں جنت میں ہوں ورنہ مجھے گمراہ کرنے میں تُو نے کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ جنت میں داخل ہوتے ہی فرشتوں نے سلام کہتے ہوئے اہل جنت کو یہ بشارت بھی دی تھی:

﴿سَلَامٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ﴾ [الزمر: ۷۳]

”تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس اس میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے۔“

بلکہ انبیاء کرام نے بھی انھیں دُنیا میں بتلادیا تھا کہ جنت میں ہمیشہ کی زندگی ہوگی اور وہاں موت کو بھی موت آجائے گی۔ یوں وہ جنتی اپنے جہنمی دوست سے بات کرنے کے بعد جنت کی دائمی زندگی اور جنت کی نہ ختم ہونے والی لذتوں کا احساس کر کے وفور مسرت سے اپنے ساتھیوں سے کہے گا: اب ہم کبھی مرنے والے نہیں موت جو آتی تھی آپجی، عذاب کا یہاں کوئی تصور نہیں، یہ ہے بڑی کامیابی۔

بعض نے کہا ہے کہ اہل جنت کو ابتداءً یہ علم نہیں ہوگا کہ ان کو موت

## اربعین اعتقادی

ترجمہ و فوائد  
حافظ  
ریاض نقاب  
اٹوی

۶

## فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

قیامت کے دن میرے متبعین ان (انبیاء) سے زیادہ ہوں گے۔“

فوائد:

- ۱: قرآن منزل من اللہ کتاب ہے۔
- ۲: قرآن گزشتہ تمام آسمانی کتب کا مصدق ہے۔ مصدق کا مطلب ہے تصدیق کرنے والا، یعنی یہ قرآن تصدیق کرتا ہے کہ تمام آسمانی کتب اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن عظمت والی کتاب ہے جس سے تورات وانجیل اور زبور وغیرہ کی تصدیق ہوتی ہے۔
- ۳: قرآن مصدق کے ساتھ ساتھ مہمیں بھی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”المہمیں؛ الأمین، القرآن آمین علی کل کتاب قبلہ۔“ (بخاری، کتاب فضائل القرآن)

”مہمیں سے مراد محافظ و امین کتاب ہے کہ قرآن تمام پہلی کتب پر نگران و محافظ ہے۔“

- مطلب یہ کہ قرآن بتاتا ہے کہ سابقہ آسمانی کتب کے کون سے احکام قابل عمل ہیں اور کون سے اب ناقابل عمل اور منسوخ ہیں۔ گویا قرآن سب کتب کے لیے ایک کسوٹی و معیار ہے۔
- ۴: قرآن نسخ کتاب ہے اس نے گزشتہ کتب کے احکام منسوخ کر دیے لہذا اب اسی کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَإِنْ جَاءَ وَكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ [المائدہ: ۴۲]

باب: أن القرآن مصدق ومہمیں علی کل کتاب قبلہ، وقول اللہ تعالیٰ:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّئًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ﴾ [المائدہ: ۴۸]

۲۱: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال النبی ﷺ: ((ما من الانبياء نبی الا أعطی من الآيات ما مثله آمن عليه البشر، وانما كان الذی او تیتہ وحیا أوحاه اللہ الی، فأرجو أن أكون أكثرهم تابعاً يوم القيامة.))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۹۸۱، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۱۵۲)

قرآن پچھلی کتب آسمانی کی مصدق و محافظ ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

”اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے، اس لیے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم صادر فرمائیں۔“

۲۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمام انبیاء علیہم السلام کو معجزات عطا کیے گئے جن کے مطابق انسان ان پر ایمان لائے۔ اور جو مجھے عطا کیا گیا وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ



## بقیہ : تفسیر سورۃ الصّٰفّٰت

اور ویسا ہی ہوا جیسے ہمیں بتلایا گیا تھا واقعتاً ہمیں موت نہیں آئے گی اور نہ ہی یہاں کوئی تکلیف ہوگی۔ کامیابی تو اصل یہی کامیابی ہے۔ جس کی نہ قدر و قیمت کا اندازہ ہے نہ اس کے اوصاف کا کوئی شمار قطار ہے۔

﴿لِيُثَلَّ هَذَا﴾ ایسی ہی کامیابی کے حصول کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ یہ دنیا کے حصول کے لیے نہیں جس کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور نہ انسان وہاں ہمیشہ رہنے والا ہے۔ فنا ہونے والا فانی دنیا کے لیے جو پاڑ بیلتا ہے یہ سراسر خسارے کا سودا ہے۔ کامیابی و کامرانی یہ ہے کہ جہنم سے بچ جائے اور جنت حاصل ہو جائے۔ اسی کے حصول کے لیے تگ و دو کرنی چاہیے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ بھی جنتی کا قول ہے۔ علامہ شوکانی نے اسے ترجیح دی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس سعادت کو حاصل کرنے کے لیے عاملین کو عمل کرنا چاہیے۔

## عذاب قبر پر اعتراض کا جواب:

عذاب قبر کا جو بدعتی فرقے انکار کرتے ہیں وہ اپنے استدلال میں یہ آیت بھی ذکر کرتے ہیں: ﴿أَفَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ۝ إِلَّا مَوْتَتَنَا ۝ الْأُولَىٰ﴾ جس میں بیان ہے کہ انسان کو ایک ہی موت آئے گی، اگر قبر میں زندگی اور حساب و عقاب ہے تو پھر موت دوبارہ ہوگی!

علامہ رازی فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض اس لیے درست نہیں کہ پہلی موت سے مراد دنیا کی موت ہے خواہ وہ قبر میں جانے سے پہلے ہو یا اس کے بعد قبر میں موت آئی ہو۔ یعنی قیامت سے پہلے کی جو بھی موت ہے دنیا کی ہے اور پہلی موت ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ قبر کی زندگی برزخی ہے۔ اور اس میں ثواب و عقاب برزخی ہے دنیوی حیات پر اس کا قیاس ہی غلط ہے۔ برزخی زندگی میں جس و حرکت ارادی نہیں ہوتی یہ زندگی تام اور مکمل نہیں اس لیے اس پر دنیاوی موت کا ارتباط ہی درست نہیں۔

”پھر اگر وہ تیرے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کریا ان سے منہ پھیر لے۔“

پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا گیا:

﴿فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ﴾ [المائدة: ۴۸]

”پس آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کیجیے جو اللہ نے نازل کیا۔“

۵: آپ ﷺ سے قبل انبیاء کرام کو معجزات سے نوازا گیا۔ جن کے مطابق لوگ ایمان لائے۔ معجزات انبیاء برحق ہیں، ان کی تصدیق قرآن و حدیث نے فرمائی ہے۔

۶: نبی ﷺ کی کل تعلیمات وحی الہی ہیں، چنانچہ قرآن و سنت میں کوئی منافات نہیں بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مؤید ہیں۔

۷: آپ ﷺ کی اُمت میں باقی انبیاء ﷺ کی اُمتوں کی نسبت پیروکار زیادہ تعداد میں ہوں گے۔

۸: یہودی بھی اپنے فیصلے نبی کریم ﷺ سے کروایا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ قرآن کے ذریعے ان کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔ قرآن نے تحریف شدہ احکام و قوانین کو از سر نو نافذ کر کے عملاً ان کی حفاظت فرمائی ہے تو گویا قرآن سابقہ کتب کا محافظ و نگران ٹھہرا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہودیوں کے درمیان زنا کے ایک مقدمے میں رجم کا حکم دیا تو اس کی عملی حفاظت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا: ”اے اللہ! میں نے سب سے پہلے تیرے اس حکم کو زندہ کر دیا جسے یہودیوں نے ختم کر دیا تھا۔“

(صحیح مسلم: ۱۷۰۰)

۱۰: حدیث کی باب سے موافقت اس طرح ہے کہ سابقہ انبیاء کرام کو جو احکام و معجزات عطا ہوئے ان کی تصدیق اس وحی الہی سے ہوتی ہے جو آپ ﷺ کی طرف کی گئی۔



## اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے تقاضے

قاری ضیاء اللہ فیضی

۳۔ تہ دل سے اپنے رب کی اطاعت کرنا:

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محبت کرنے والے کی آنکھوں کی ٹھنڈک، اس کے دل کا سرور اور اس کی روح کا اطمینان اپنے محبوب کی اطاعت و فرمانبرداری میں پنہاں ہے۔ برخلاف اس شخص کے جو بادل ناخواستہ اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہو اور آقا کی خدمت کو بوجھ سمجھ کر برداشت کر رہا ہو اور اس کے ناچاہتے ہوئے اسے اس کے کرنے کے لیے مجبور کیا گیا ہو۔

حقیقی محبت کرنے والے اپنے محبوب کی اطاعت و فرمانبرداری کو دل کی غذا سمجھے اور اپنے اس عمل کو نعمت عظمیٰ شمار کرے اور محبوب کی اطاعت میں لذت و چاشنی اور سرور و کیف محسوس کرے اس حالت سے دو چار محبت کو محبوب کی اطاعت و پیروی میں ذرہ برابر بوجھ محسوس نہیں ہوتا کیونکہ اطاعت و فرمانبرداری یا عبادت و ریاضت اس کے سر تھوپی نہیں گئی اور نہ اس کو ذلیل و خوار کر کے اس پر عمل کروایا گیا ہے بلکہ اس نے تو محبوب کی اطاعت طبعی طور پر انشراح صدر کے ساتھ کی ہے۔ (مدارج السالکین: ۱۰۳، ۱۰۲)

ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت صمیم قلب سے کرتے ہیں؟ کیا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں لذت و چاشنی سرور و کیف محسوس کرتے ہیں؟ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر کو بجالانے اور ان کے نواہی سے اجتناب کرنے میں ہماری روحوں کو سکون ملتا ہے اور ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے تو ہم اپنی محبت کے دعوے میں سچے ہیں۔ بہ صورت دیگر اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو بوجھ سمجھتے ہیں یعنی دلی طور پر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہیں

کرتے بلکہ عوام الناس کی باتوں سے بچنے کے لیے اطاعت اور محبت کا نعرہ لگاتے ہیں عملی طور پر ہمارے تمام افعال و اقوال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے خلاف ہیں تو پھر ہم اپنے محبت کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تعصى الاله وانت تظهر حبه  
هذا محال فى القياس بدیع  
لو كان حبك صادقا لأطعته  
ان المحب لمن يحب مطيع

(الآداب الشرعية مفصل: ۱/۱۵۴)

”تو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کا دعویٰ بھی۔ یہ ناممکن ہے اور اصول و قواعد میں انوکھی بات ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو لازماً اس کی فرمانبرداری کرتا۔ کیوں کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔“

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اذا عقلت شروش المعرفة فى ارض  
القلب نبتت فيه شجرة المحبة اثمر ثمرة  
الطاعة.“

”جب معرفت الہی کی جڑیں دل کی زمین سے چھٹ جائیں تو دل میں محبت الہی کا درخت اُگ آتا ہے جب وہ درخت مضبوط، طاقت ور اور بڑا ہوتا ہے تو اطاعت و فرمانبرداری اور تابع داری کا پھل دینا شروع کر دیتا ہے۔“

پھر جب تک معرفت الہی اور قدرت و اختیارات الہی کی جڑیں دل میں چمٹی رہتی ہیں تو محبت کا درخت بھی اسی قدر مضبوط رہتا ہے اور

علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ بندہ کسی چیز کو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر فوقیت نہ دے۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد اپنے ماں باپ کنبہ برداری غرض دنیا کی کسی چیز کو یا اپنی شہوات کو بھی اس پر فوقیت نہ دے۔ جو شخص اللہ کی ذات پر اپنی مرغوب اور محبوب چیزوں کو ترجیح دے سمجھ لیجئے اس کا دل مریض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے

اپنے بندوں کی مرغوب ترین چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے یوں فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ نَّافَتْمَوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [النوبة: ۲۴]

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارا کمایا ہوا مال اور وہ تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور وہ محلات جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

ہمیں اپنے گریبان میں نظر ڈال کر اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی کن کن مرغوب ترین چیزوں کی قربانی دی ہے۔ جب فجر کی اذان ہوتی ہے کیا ہم نیند کی قربانی دے کر نماز کے لیے آتے ہیں یا پھر نماز ہی کو نیند پر قربان کرتے ہیں؟ جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے کیا ہم اپنے کاروبار کو نماز کے لیے قربان کرتے ہیں یا نماز ہی کو اپنے کاروبار اور گاہکوں کے لیے قربان کر دیتے ہیں؟

جب ہم شادی بیاہ کرتے ہیں کیا ہم رسم و رواج کو قرآن و سنت پر قربان کرتے ہیں یا قرآن و سنت کو اپنی رسم و رواج پر قربان کرتے ہیں؟

اس پر اطاعت الہی کا میٹھا پھل اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ معصیت و نافرمانی کا کوئی کاٹا قریب نہیں آتا۔ (الفوائد، ص: ۳۴)

ان تمام اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتا ہے اسے تیرے دل سے اپنے محبوب رب کی اطاعت کرنی چاہیے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے نبی ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

[آل عمران: ۳۱]

”کہہ دیجیے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

محبت صادق کی دلی خواہشات اور محبت کی کشش اس کو اللہ کی طرف خود بہ خود غیر ارادی طور پر آنے کے لیے تیار کر دیتی ہے۔ محبت و اطاعت اور اپنے اوپر محبوب کی رضا و خوش نودی کا جذبہ بندے کو اس طرح کھینچ کر اپنے محبوب کی طرف لے آتا ہے جیسے پانی خود بہ خود نشیب کی طرف بہتا چلا جاتا ہے۔ ٹھیک یہی حال محبین صادقین کا ہے کہ ان کی عبادت، ریاضت اور بندگی محبت کے جذبے سے ہوتی ہے اسی میں محبین صادقین کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دلوں کو سرور اور ان کی روحوں کو کیف ملتا ہے۔ تو رب کا سچا محبوب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت، فرمانبرداری اور تابعداری کر کے اس کی محبت کو پالیتا ہے۔

۴۔ مرغوب ترین چیزوں پر اللہ تعالیٰ کو ترجیح دینا:

اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے مقابلے میں دوسری چیزوں کی محبت و چاہت ماند پڑ جاتی ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ محبت کی سچائی کی

((لن يدخل احدا عمله الجنة .)) قالوا: ولا انت يا رسول الله ﷺ؟ قال: ((ولا انا الا ان يتغمدني الله بفضله ورحمة .))

(صحیح بخاری: ۵۶۷۳)

”کسی شخص کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کر سکے گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میرا بھی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے مجھے نواز دے۔“

اس دُنیا میں رب کے سب سے مقرب بندے اور تمام نبیوں کے امام جب یہ فرما رہے ہیں کہ میرے اعمال بھی اللہ کی رحمت و فضل کے مقابلے میں ہیچ ہیں تو پھر ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہماری ناقص عبادتیں جو ادھوری ہیں پوری نہیں اور اس ادھوری میں بھی حضوری قلب نہیں تو پھر ہم اپنے ان تمام نقائص والے اعمال پر کیسے تکیہ کر سکتے ہیں اور ان پر کیسے نازاں ہو سکتے ہیں۔ جب کہ رب کا سچا محب وہ ہے جو نیکی تو کرتا ہے اور اس نیکی کا اللہ تعالیٰ سے اچھے انجام کی امید بھی رکھتا ہے۔ مگر اپنے نیک اعمال پر تکیہ نہیں کرتا بلکہ اپنے محبوب رب کی شان و عظمت کے مقابلے میں اپنے تمام نیک اعمال کو ہیچ سمجھتا ہے۔

سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت قرآن مجید سے محبت کرنا ہے اور قرآن مجید سے محبت کرنے کی علامت نبی ﷺ سے محبت کرنا ہے اور نبی ﷺ سے محبت کی علامت سنت سے محبت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے قرآن مجید سے نبی ﷺ سے سنت سے ان تمام چیزوں سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کرنے کی علامت اپنے نفس (جان) سے محبت کرنا ہے اور اپنی جان سے محبت کی علامت دُنیا سے بغض رکھنا ہے اور دُنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ دُنیا سے اتنا لیا جائے جس سے بندے کی گزر بسر ہو سکے۔ (تفسیر قرطبی: ۶۰/۴)

(باقی آئندہ)

جب ہم سے کوئی روٹھ جاتا ہے کیا ہم اپنی اپنا پرستی کو قرآن و سنت پر قربان کر کے اسے خود جا کر گلے لگاتے ہیں یا پھر ہم اپنی انانیت پر قرآن و سنت کو قربان کرتے ہیں؟

اگر ہم اپنی پسندیدہ اور مرغوب ترین چیزوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی اور فرائض کو قربان کرتے ہیں تو پھر ہم اپنے محبت کے دعوے میں ناکام اور جھوٹے ہیں۔ حسین بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ محبت اور چاہت کی علامت کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: محبوب کی چاہت پر اپنے دل کی پسندیدہ اور مرغوب ترین چیزوں کو قربان کر دینا محبت کی علامت ہے۔ (شعب الایمان: ۱/۳۸۱)

جب کہ ہم ہر کام میں اپنی مرضی کرتے ہیں اور محبت کے دعوے دار بھی ہیں! اگر ہم اپنے رب سے سچی محبت کرتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی محبوب ترین چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی اور اس کی محبت کے حصول کے لیے قربان کرنا ہوں گی۔

۵۔ رب کی عظمت و کبریائی کے سامنے اپنے اعمال صالحہ کو ہیچ سمجھنا:

محبت اپنے محبوب رب کی عظمت و کبریائی کے سامنے اپنے سارے اعمال کو ہیچ سمجھنا اور رب کریم کی شان و عظمت کے مقابلے میں اسے اپنے اعمال پر ذرہ برابر نازاں نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے اعمال کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ لہذا محب الہی تو وہ ہے جو احکام الہی کی انجام دہی میں مشقت کو ذرہ برابر اہمیت نہ دے اور اپنے افعال و کردار اور انجام شدہ اعمال کو کم مایہ و بے قیمت سمجھے اور ہمیشہ یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے سامنے اس کے اعمال کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ ہم تو احسانات کا حق ادا کر ہی نہیں سکتے۔

جب ہمارے اعمال و افعال اللہ کے احسانات کے مقابلے میں کسی گنتی اور شمار میں نہیں آتے تو ہمیں اپنے عمل پر نازاں بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ہم میں سے کسی کو کبھی بھی اپنی کسی عمل پر ناز نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

# فضائل ماہِ محرم و یومِ عاشوراء

## ایک تنقیدی جائزہ

مولانا عبدالسلام رحمانی

آئندہ کی خطائیں بخش دے گا۔ اور مسلماً الاعلیٰ میں اس کے لیے دس لاکھ نور کے منبر بنائے گا۔“

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ بعض بھولے بھالے متاخرین نے خواہ مخواہ اسے حدیث رسول ﷺ سمجھ لیا ہے۔ اس کے راوی عبدالرحمن بن ابوالزناد مجروح ہیں۔ احمد نے کہا یہ مضطرب الحدیث ہیں اور یحییٰ بن معین نے فرمایا: میں نے ایک آدمی کو یہی سوال رسول اللہ ﷺ سے کرتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے جواب دیا تھا کہ اگر تم ماہِ رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں روزہ رکھنا چاہتے ہو تو محرم میں روزہ رکھو کیوں کہ محرم وہ مبارک مہینہ ہے جس میں ایک ایسا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی ہے اور دوسری قوم کی توبہ قبول کرے گا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (ترمذی مع تحفة الاحوذی: ۵۳/۲)

شارح ترمذی کی تصریح کے مطابق منذری نے اس تحسین کو برقرار رکھا ہے مگر اس روایت کی تحسین میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہ روایت جتنے طرق سے بھی آئی ہے، ان سب کا مدار عبدالرحمن بن اسحاق پر ہے، جس پر کلام آگے آ رہا ہے۔ پھر اس راوی کے مدارِ سند ہوتے ہوئے اس روایت کی تحسین کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے؟ جب کہ اس کے لیے شرط ہے کہ مدارِ سند کوئی ضعیف ناقابلِ احتجاج راوی نہ ہو۔ امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی جلالتِ علمی کے باوجود روایات کی تصحیح

۱۰۔ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے موضوعات میں یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے عاشوراء کے دن ظہر و عصر کے درمیان چالیس رکعت نماز پڑھی۔ ہر رکعت میں اس نے ایک بار سورۃ فاتحہ اور دس مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ اور پانچ مرتبہ معوذتین پڑھا اور جب سلام پھیرا تو ستر (۷۰) مرتبہ استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت الفردوس میں ایک سفید قبۃ دے گا جس میں سبز زمرہ کا ایک گھر ہوگا۔ اس گھر کی وسعت اس دُنیا سے تین گناہ زیادہ ہوگی اور اس میں نور کا ایک تخت ہوگا جس کے پائے عنبر کے ہوں گے اور اس تخت پر دو ہزار عفرانی فرش بچھے ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کلام ان خرافات سے پاک ہے۔ اس کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں اور اس کا ایک راوی حسین متہم ہے۔ (۱۲۲/۲)

سیوطی اور بیہقی نے بھی اس حدیث کو موضوع کہا ہے۔ (اللاالیء، ص: ۳۳۱ تذکرۃ الموضوعات، ص: ۴۳)

۱۱۔ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے موضوعات میں یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص عاشوراء کی رات جاگا اس نے گویا اہل سماوات جیسی خدا کی عبادت کی اور جس نے چار رکعت نماز پڑھ لی ہر رکعت میں ایک بار سورۃ فاتحہ اور پچاس مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کی پچاس سال گزشتہ اور پچاس سال

۱ صاحبِ مرعاۃ فرماتے ہیں: ”اگر حدیث کے طرق متعدد ہوں تو وہ حدیث درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ بشرط کہ وہ سندیں مختلف ہوں اور مدارِ سند کوئی ضعیف ناقابلِ احتجاج راوی نہ ہو۔“ (مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۲۴/۲ لیتھو)

فہو متہم واہ، وقال العراقي في شرح الفية: "فلان فيه نظر"، "وفلان سكتوا عنه" هاتان العبارتان يقولهما كما البخاري فيمن تركوا حديثه (ص: ۱۸۲، مطبوعه حلب ۱۳۸۳ھ) قال ابن كثير: ان البخاري اذا قال في الرجل: "سكتوا عنه" أو "فيه نظر" فانه يكون في ادنى المنازل واردتها عنده ولكنه لطيف العبارة في التجريح فليعلم ذلك۔" (اختصار علوم الحديث مع شرحه الباحث)

(الحديث، ص: ۱۰۶)

عراقی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے قول "فيه نظر" کو مراتب الفاظ جرح میں سے مرتبہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے اور ائمہ جرح و تعدیل (باستثناء ابن معین) کے قول "لیس بشیء" کو مرتبہ ثالثہ میں۔ وراؤ پر گزر چکا ہے کہ مرتبہ اولی و ثانیہ و ثالثہ کے الفاظ جرح سے جس راوی پر جرح کی گئی ہو، اس کی بابت عراقی فرماتے ہیں:

"لا يحتج بحديث ولا يستشهد به ولا يعتبر

به۔" (شرح الفية للعراقي، ص: ۴۲)

ایک عجیب تسامح:

اس زیر بحث حدیث کی تعلیق میں علامہ احمد محمد شاہر سے ایک تسامح ہوا ہے ترمذی نے اس حدیث کے بعد "ما جاء في صوم يوم الجمعة" کا باب منعقد کیا ہے اور اس کے تحت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے اور اس حدیث کی بابت فرمایا ہے: "حديث عبد الله حديث حسن غريب" اس پر شارح ترمذی محدث مبارک پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قوله حديث عبد الله حديث حسن"

واخرجه النسائي وصححه ابن حبان وابن

عبد البر وابن حزم، كذا في عمدة القارئ۔"

(تحفة الأحوذى: ۵۴/۲)

وتحسين في تسابل قرار دے گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ تحفة الأحوذى، ص: ۱۷۱) اور منذری کی تصویب کا حال حدیث نمبر ۸ میں روایت طبرانی صغیر کے تحت گزر چکا ہے۔ نیز شیخ البانی فرماتے ہیں کہ منذری تصحیح و تحسین میں تسابل واقع ہوئے ہیں جیسا کہ متقدمین میں ابن حبان اور حاکم ہیں اور متأخرین میں سیوطی وغیرہ ہیں۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة المجلد الاول الجزء الثالث، ص: ۶۸) منذر احمد میں بھی یہ حدیث اسی مذکور طریق سے آئی ہے۔ علامہ احمد محمد شاہر اس پر تعلیق میں فرماتے ہیں:

"اسنادہ ضعيف لضعف عبد الرحمن بن

اسحاق۔" (مسند احمد مع تعليق احمد محمد

شاكر، ص: ۳۳۳، ۳۳۸)

"عبد الرحمن بن اسحاق کے ضعف کی وجہ سے اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔"

عبد الرحمن بن اسحاق کی بابت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ نعمان بن سعد سے منکر حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ یعقوب بن اسحاق نے انھیں ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جن سے روایتیں لینے سے اعراض کیا جاتا ہے۔ ابن خزیمہ نے فرمایا: "لا يحتج بحديثه۔" ابو حاتم نے فرمایا: "ضعيف الحديث، منكر الحديث، يكتب الحديث ولا يحتج به۔" امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: "ليس بشيء منكر الحديث۔" امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: "فيه نظر۔" (تهذيب التهذيب)

اور امام بخاری رحمہ اللہ جس کے بارے میں "فيه نظر" فرمائیں وہ سخت مجروح راوی ہوتا ہے اور اس کی حدیث متروک ہوتی ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی "الرفع والتكميل في الجرح والتعديل" میں فرماتے ہیں:

"قول البخاري في حق احد من الرواة: "فيه

نظر" يدل على أنه متهم کم عنده وقال

(البخاري): اذا قلت: "فلان في حديثه نظر"



علامہ احمد محمد شاہ رحمہ اللہ نے شارح ترمذی کی اس تعلیق کو جو ”باب ما جاء فی صوم یوم الجمعة“ کے تحت آئی ہوئی حدیث عبد اللہ پتھی، ”باب ما جاء فی صوم المحرم“ کے تحت آئی ہوئی حدیث زیر بحث پر چسپاں کر دی۔ فرماتے ہیں:

”والحدیث رواہ الترمذی من طریق عبد الرحمن بن اسحاق وقال: ”حدیث حسن غریب۔“ وقال شارحہ: واخرجه النسائی وصححه ابن حبان وابن عبد البر وابن حزم كذا في عمدة القارئ.“ (مسند احمد مع تعلیق احمد شاکر: ۲/۳۳۳)

میں نے اس جگہ تسامح اس لیے ذکر کر دیا ہے کہ کوئی صاحب ان کی یہ تعلیق دیکھ کر اس زیر بحث حدیث کی بابت اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ابن حبان، ابن عبد البر اور ابن حزم نے تو اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۱۲۔ حافظ پیشی نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: یوم عاشوراء وہ دن نہیں ہے جسے لوگ یوم عاشوراء کہتے ہیں۔ یوم عاشوراء تو حقیقت میں وہ دن تھا جس دن کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا۔ اس دن حبشی بہت منہ اندھیرے آخضور ﷺ کے پاس آ جاتے تھے۔ اور یہ دن سال میں گھومتا رہتا تھا (کبھی کسی مہینے میں پڑ گیا کبھی کسی مہینے میں) اور لوگ اس دن کو معلوم کرنے کے لیے فلاں یہودی کے پاس آیا کرتے تھے، جب اس یہودی کا انتقال ہو گیا تو لوگ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے آکر اُس دن کے بارے میں پوچھنے لگے۔“

حافظ پیشی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ محشی لکھتا ہے: الحمد للہ اس حدیث کا مطلب میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے کہ عاشوراء محرم کی دسویں تاریخ نہیں ہے بلکہ سال میں کسی وقت ایک دفعہ آتا ہے اور جو لوگ اس کے قائل تھے، وہ ایک یہودی سے اس

دن کی معلومات حاصل کرتے تھے جسے کتب سابقہ کا علم حاصل تھا، وہ حساب کی رُو سے اُس دن کو متعین طور پر بتا دیتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگ اُس دن کی معلومات حاصل کرنے کے لیے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آنے لگے جنہیں اس حساب کا علم تھا۔ مگر یہ بہت ہی عجیب و غریب بات ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳/۱۸۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”الآثار القدیمة للیبورونی“ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ جاہل یہود اپنے روز اور عیدوں میں نجوم کے حساب پر اعتماد کرتے تھے اور سال اُن کے یہاں شمسی تھا نہ کہ ہلالی۔ اس بنا پر وہ یہ جاننے کے لیے کہ شمسی مہینے کے حساب سے یوم عاشوراء کس تاریخ کو پڑے گا اس شخص کے محتاج ہوتے تھے جو حساب جانتا ہو۔ تاکہ اس کی بتائی ہوئی شمسی تاریخ پر اعتماد کر کے عاشوراء کا روزہ رکھیں۔ (فتح الباری: باب صیام یوم عاشوراء)

حافظ پیشی نے اس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن ابی الزناد کی نشان دہی کی ہے جن پر ابن الجوزی کا تبصرہ ابھی ترمذی والی حدیث سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان کی مرویات ناقابلِ احتجاج ہیں۔ یہ تو تھیں وہ موضوع یا ضعیف روایات جو فضائل محرم و یوم عاشوراء سے متعلق کتب حدیث میں ملتی ہیں اور وہ میری معلومات کی حد تک کسی طریق سے بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچتیں رہیں۔

اس سلسلے کی صحیح روایات تو وہ کچھ اس طرح کی آتی ہیں:

۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: ”فرض نمازوں کے بعد کون سی نماز افضل ہے اور رمضان کے روزوں کے بعد کون سا روزہ افضل ہے؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”فرض نمازوں کے بعد تہجد کی نماز افضل ہے اور رمضان کے روزوں کے بعد ماہِ محرم کے روزے افضل ہیں۔“ (صحیح مسلم:

باب فضل صوم محرم وأبواؤد: باب فی صوم المحرم)

۲: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ ٹکڑا بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صوم عاشوراء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یوم عاشوراء کا روزہ ایک سال

گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام فی شہر و صوم یوم عرفۃ و یوم عاشوراء والاثنين والخميس وابوداود: باب فی صوم الدھر)  
۳: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قریش زمانہ جاہلیت میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ ۱ اور رسول اللہ ﷺ بھی یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو بھی آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیا۔ مگر جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو آپ ﷺ نے اس کا اہتمام ترک کر دیا اور فرمایا: ”جب جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔“

(بخاری و مسلم، ابوداود: باب صیام یوم عاشوراء)  
۴: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ عاشوراء کے دن یہود روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا: ”یہ کیا معاملہ ہے؟ تم لوگ کیوں اس دن روزہ رکھتے ہو؟“ انھوں نے کہا: یہ ایک اچھا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دلائی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرقاب کر دیا تھا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے بہ طور شکر یہ اس دن روزہ رکھا تھا اور ہم بھی اسی خوشی میں روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہم موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) تم سے زیادہ مستحق ہیں۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے (اس خوشی میں شرکت اور اس پر ادائے شکر کی نیت سے) اس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔“ (بخاری و مسلم)

۵: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوم عاشوراء کے سوا اور اس ماہ رمضان کے سوا کسی اور دن کو دوسرے دنوں سے افضل

جان کر خاص طور پر روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ (بخاری و مسلم)  
۶: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں اس بات کا اعلان کر دینے کا حکم دیا کہ جو کھا چکا ہو تو وہ دن کے باقی حصے میں کھانے پینے سے رُکا رہے اور جس نے نہ کھایا ہو اس سے روزہ رکھ لینا چاہیے کیوں کہ آج عاشوراء کا دن ہے۔“ (بخاری و مسلم)

۷: ربیع بنت معوذہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عاشوراء کی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے انصار کی بستیوں میں کھلا بھیجا کہ صبح جس نے کھانی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزے دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیانا ہو وہ روزے سے رہ جائے۔ ربیع رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر بعد میں بھی ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، انھیں ہم روٹی کا کھلونا دے کر بہلاتے رہتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو ہم وہی کھلونا دے دیتے یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا۔ (بخاری: باب صوم الصبیان۔ مسلم: صوم یوم عاشوراء)

۸: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے اور ہمیں اس پر ابھارتے اور اس کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے۔ لیکن جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو آپ ﷺ نہ ہمیں اس کا حکم دیتے تھے نہ اس سے روکتے تھے نہ اس کا خیال رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ (مسلم)  
۹: ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل خیبر یوم عاشوراء کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ اس دن وہ لوگ روزہ رکھتے اور اس کو عید کا دن قرار دیتے اور اس دن اپنی عورتوں کو اچھے اچھے لباس اور زیورات پہناتے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم تو اس دن بس روزہ رکھو۔“ (مسلم، باب مذکور)

۱۰ یوم عاشوراء میں قریش کے روزہ رکھنے کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ غالباً اس دن کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا تھا جیسا کہ اوپر گزری ہوئی پیشی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں عکرمہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ قریش نے زمانہ جاہلیت میں ایک گناہ کا ارتکاب کیا تھا جو ان پر بہت گراں گزرا تو انھوں نے کہا کہ تم لوگ عاشوراء کا روزہ رکھو، یہ تمہارے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ اس وقت سے قریش عاشوراء کا روزہ رکھنے لگے۔ (فتح الباری: باب صیام یوم عاشوراء)



۱۰: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا۔ لوگوں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے کہا: اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ (مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ تو ہمیں اُن کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور یوم عاشوراء کے معاملے میں موافقت ہوئی جارہی ہے۔) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نوں تاریخ کو روزہ رکھیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی آپ ﷺ انتقال فرما گئے۔

(مسلم، باب مذکور)

ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرمایا نوں اور دسویں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔

شارح ترمذی علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میں اس پر واقف نہ ہوں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تخریج کس نے کی ہے؟ البتہ امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ یوم عاشوراء کو روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔ اور یوم عاشوراء سے پہلے ایک دن روزہ رکھو اور اس کے بعد ایک دن روزہ رکھو۔ ایسا ہی منتقی میں ہے۔ شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احمد رحمہ اللہ کی یہ روایت ضعیف و منکر ہے۔ داود بن علی عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے مروی ہے، ان سے اس روایت کو ابن ابی لیلیٰ نے روایت کیا ہے۔ شوکانی فرماتے ہیں: اور بیہقی نے اس کے مثل روایت نقل کی ہے اور تلخیص میں یہ روایت بغیر کسی کلام کے مروی ہے۔“

شارح ترمذی مزید فرماتے ہیں:

”اور مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نوں اور دسویں کو روزہ رکھوں گا۔“ مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ سال آئندہ آنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کا

انتقال ہو گیا۔ بعض اہل علم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نوں کو روزے رکھوں گا، دو امر کا متحمل ہے ایک تو یہ کہ آپ ﷺ نے اس روزہ کو دسویں کے بجائے نوں تاریخ کو منتقل کر دینے کا ارادہ فرمایا۔ اور دوسرے یہ کہ آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اس روزہ میں نوں کا اضافہ کر دیں۔ اب جب کہ اس کی وضاحت سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ نوں دسویں دونوں دن روزہ رکھا جائے۔ حافظ رحمہ اللہ کہتے ہیں: تو اس طرح صوم یوم عاشوراء تین درجات پر مشتمل ہوا۔ ایک تو یہ کہ صرف دسویں کو روزہ رکھا جائے، اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ نوں کو روزہ رکھا جائے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ نوں اور گیارہویں کو بھی روزہ رکھا جائے۔“

(تحفة الاحوذی شرح ترمذی: ۵۸/۲)

فضائل محرم و یوم عاشوراء کی بابت یہ بعض صحیح روایات تھیں جو نقل کی گئی ہیں۔ ان روایات کے علاوہ بھی اس موضوع پر صحیح روایتیں آتی ہیں لیکن اس سلسلے کی تمام صحیح روایتوں کا استقصار نہ مقصود ہے نہ اس کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ البتہ اجمالی طور پر اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ صحیح روایات سے اس مہینے میں روزے کے سوا کوئی عمل ثابت نہیں ہے۔ اور اس عمل پر اجر و ثواب کی بھی کوئی بہت طول طویل فہرست نہیں ہے جیسی اُوپر بعض موضوع و ضعیف روایات میں گزری۔ صوم یوم عاشوراء پر اجر و ثواب کے سلسلے میں وہی صحیح روایت آتی ہے جو مسلم و ابوداؤد کے حوالے سے اُوپر گزری کہ اس دن کے روزے کے بدلے ایک سال گزشتہ کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ اور صوم ماہِ محرم کو ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد فضیلت عطا کی گئی ہے۔ ماہِ محرم میں روزے کے سوا جتنے خصوصی اعمال اس مہینے کا عمل سمجھ کر کیے جاتے ہیں وہ سب بدعات و محدثات ہیں، شریعت سے ان اعمال کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ (بہ شکر یہ ماہنامہ ”محدث“ لاہور)

## قرآن مجید میں ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ کا استعمال اور اس کا مفہوم

میاں محمد جمیل، کنوینٹر تحریک دعوتِ توحید پاکستان

لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے یقیناً کافر کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔“  
قرآن مجید میں ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ۷۰ مرتبہ، ﴿مِنْ دُونِهِ﴾ ۳۷ مرتبہ اور مختلف اضافتوں کے ساتھ لفظ ”دُون“ ۲۰ مرتبہ استعمال ہوا ہے ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ کا معنی ”اللہ کے سوا“ ہے اردو میں اس کا معنی سوا، علاوہ اور بغیر کیا جاتا ہے، انگلش میں اس کے لیے Other یا Than استعمال ہوتے ہیں۔

﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ سے مراد بت اور تصویریں:

﴿إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [العنکبوت: ۱۷]

”اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ بت ہیں اور تم جھوٹ گھر رہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ ہی سے رزق مانگو اور اسی کی بندگی کرو اور اسی کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم پلٹ کر جانے والے ہو۔“

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاقِبُونَ﴾ [الانبیاء: ۵۲]

”وہ بات یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ جن مورتیوں کا اعتکاف کرتے ہو یہ کیا ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم سے بیک وقت یہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ (الذاریات: ۵۶) اس کے ثبوت کے لیے عقلی، نقلی، آفاقی اور فکری دلائل دیئے اور پھر بار بار لوگوں کو منع کیا کہ ”اللہ“ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرنا اور نہ اس کے سوا کسی کے سامنے رکوع، سجود کرنا اور فریاد کناں ہونا کیونکہ یہ اس کی ذات کے ساتھ شرک ہے جس کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں لیکن اس کے باوجود لوگ شرک کرتے ہیں اور اس کے لیے بہانے تلاش کرتے ہیں بہانہ ساز لوگ شرک کی حمایت میں قرآن مجید کی تحریف اور تاویل کرنے سے باز نہیں آتے وہ ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ کا معنی من مرضی سے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے مراد بت ہیں حالانکہ قرآن مجید نے ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ سے مراد اللہ کے سوا سب کو شامل کیا ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانٌ وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ﴾

[الحج: ۷۱]

”یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہیں جن کے بارے میں نہ تو اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل کی ہے اور نہ یہ خود ان کے بارے میں کوئی علم رکھتے ہیں ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔“

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾

[المؤمنون: ۱۱۷]

”اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کے

طرح کی کہانیاں ہر دور کے مشرک بالخصوص متولی، مجاور اور یہ عقیدہ رکھنے والے علماء بناتے اور بتاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ رزق کی کشادگی کی خواہش انسانی فطرت کی کمزوری ہے اس لیے نام نہاد مذہبی لوگ مزارات پر اور کافر بتوں کے سامنے مذنیو نیاز پیش کرتے ہیں تاکہ اُن کی روزی اور وسائل میں اضافہ ہو جائے یہی عقیدہ ہزاروں سال پہلے ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا تھا جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو منع کیا اسی وجہ سے اُنھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا آپ آگ سے سلامت نکلے تو پھر قوم، حکومت اور ان کے باپ نے بالاتفاق ابراہیم علیہ السلام کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ یہی صورت حال حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی تھی۔

﴿مِمَّا خَطَبَا تَهُمْ أَعْرَبُوا فَأَدْخُلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا﴾ [نوح: ۲۵]  
 ”وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے اور آگ میں جھونک دیے گئے اور انہوں نے اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پایا۔“

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو شب و روز اور جلوت و خلوت میں اللہ کی طرف بلاتے رہے مگر قوم نے کہا کہ تیرے کہنے پر وڈ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یاد رہے یہ اس قوم کے سب سے بڑے بت تھے اور اس قوم کے فوت شدہ بزرگوں کے تخیلاتی مجسمے تھے جو انہوں نے ان کی یاد میں بنائے ہوئے تھے۔ قوم نے نوح علیہ السلام کو یہ بھی دھمکی دی کہ اگر تو باز نہ آیا تو ہم پتھر مار مار کر تجھے مار ڈالیں گے۔ (الشعراء: ۱۱۶) اس کے ساتھ یہ کہنے لگے کہ اے نوح (علیہ السلام)! تیرے اور ہمارے درمیان جھگڑا طول پکڑ گیا اس لیے جس عذاب کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اسے لے آؤ اگر تو سچا ہے۔ (ہود: ۳۲)

بالآخر حضرت نوح علیہ السلام قوم کے رویے اور کردار سے مجبور ہو کر فریاد کرتے ہیں کہ اے میرے رب میری قوم نے مجھے یکسر طور پر

استفسار کیا کہ اے میرے والد گرامی اور میری قوم کے لوگو! بتلاؤ جن پتھر اور مٹی کی بنی ہوئی صورتوں کے سامنے مراقبہ کرتے اور ان سے مانگتے ہو ان کی حقیقت کیا ہے؟ اُن کا جواب تھا کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اس طرح ہی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُنھیں باور کروایا کہ تم واضح طور پر بہک چکے ہو۔ (الانبیاء: ۵۱ تا ۵۴) ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ بھی سمجھایا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اُسی سے ڈرتے رہو اگر تم حقیقت جانتے ہو تو یہی تمھارے لیے بہتر ہے تمہارا حال یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو اور پھر اُن کے بارے میں جھوٹا پراپیگنڈہ کرتے ہو حالانکہ وہ تمھیں کسی قسم کا رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ لہذا صرف ایک اللہ سے رزق مانگو اُسی ایک کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر یہ ادا کرو کیونکہ تم نے اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اُس سے ڈرنے کی تلقین کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں اور صورتوں سے مانگتے اور ان کے سامنے جھکتے، طواف اور سجدہ کرتے ہو اُن کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی وہ تمھارے نفع اور نقصان کے مالک ہیں تم اُن کو خود ہی بناتے، سجاتے ہو اور پھر لوگوں کو اُن کا گرویدہ بنانے کے لیے جھوٹی کہانیاں تراشتے ہو حالانکہ وہ تمھیں ایک دانہ بھی نہیں دے سکتے۔

مشرکین کی شروع سے یہ عادت رہی ہے کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے مزارات، بت اور صورتوں کے بارے میں ذاتی اور گروہی مفاد کی خاطر داستانیں پھیلاتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں مزار پر گیا تو اُسے زینہ اولاد مل گئی، وہ شخص فلاں مقام پر پہنچا تو اُس کی مشکل حل ہو گئی، فوت شدہ بزرگ نے فلاں جگہ پہنچ کر فلاں شخص کی مدد کی، یہ صاحب قبر اس مشکل کا تریاق رکھتا ہے اور وہ قبر والا فلاں پریشانی کو دور کرتا ہے یہ اقتدار اور اقبال عنایت کرتا اور وہ گنج بخش اور شکر گنج ہے اور اپنے ماننے والوں کی روزی میں اضافہ کرتا ہے۔ اس

قوم کے برگزیدہ لوگوں کے تھے، جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو القاء کیا۔ تو انہوں نے ان کے مجسموں کو اس جگہ پر نصب کیا، جہاں بزرگ بیٹھا کرتے تھے اور بتوں کے نام ان کے ناموں پر رکھ دیئے، پہلے لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے جب وہ لوگ فوت ہو تو ان کے بعد آنے والوں نے ان مورتیوں کی عبادت شروع کر دی۔“ (رواہ البخاری: باب ﴿وَدَّآ وَلَا سَوَاعَا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ﴾)

تصویر کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان:

تصویر سے شرک اور بے حیائی پھیلتی ہے اس لیے نبی ﷺ نے اس پر لعنت کی اور اس کے بارے میں بتلایا:

”عن عبد اللّٰه رضى اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه ﷺ قال أشد الناس عذابا يوم القيامة رجل قتله نبى أو قتل نبيا، وإمام ضلالة وممثل من الممثلين.“ (مسند احمد)

”حضرت عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو نبی نے قتل کیا یا اس نے نبی کو قتل کیا اور گمراہ امام اور تصویریں بنانے والے کو بھی شدید عذاب ہوگا۔“

”عن أبى جحيفة رضى اللّٰه عنه قال لعن النبى ﷺ الواشمة والمستوشمة وأكل الربا وموكله ونهى عن ثمن الكلب وكسب البغى ولعن المصورين.“ (صحیح بخاری)

”حضرت ابو جحیفہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے گود نے گدوانے والی عورت، سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی اور کتے کی قیمت اور زانیہ کی کمائی سے منع فرمایا اور تصویریں بنانے والوں پر لعنت فرمائی۔“

﴿مَنْ ذُوْنِ اللّٰهِ﴾ سے مراد حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت عیسیٰ

جھٹلادیا ہے اور یہ اپنے بڑے لوگوں کے پیچھے لگ چکے ہیں جن کے مال اور اولاد یعنی ان کے اسباب اور افرادی قوت نے انہیں آخرت کے نقصان میں ہی آگے بڑھایا ہے اور انہوں نے دعوتِ توحید اور میرے خلاف بڑی سازشیں اور مجھ پر زیادتیاں کی ہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کو ہمیشہ یہی کہا کہ اپنے معبودوں بالخصوص وُد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑا جائے، الہی! انہوں نے بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ اے میرے رب! اب ان کافروں میں کوئی بھی زمین پر بسنے والا باقی نہیں رہنا چاہیے اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے اور ان سے جو بھی پیدا ہوگا وہ بدکردار اور پرلے درجے کا کافر پیدا ہوگا۔ میرے رب! جب ان کی گرفت کرنے پر آئے تو مجھے، میرے والدین اور جومر داور عورتیں مجھ پر ایمان لائے اور میرے گھر میں داخل ہو جائیں انہیں معاف فرما دے۔ (نوح: ۲۸) یاد رہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے دیگر معبودوں کے ساتھ اپنے لیے پانچ بڑے معبود بنائے تھے جن کے سامنے رکوع و سجود کرتے، نذر و نیاز پیش کرتے اور انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سَوَاعَا

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ [نوح: ۲۳]

”انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو

وُد اور سواع کو، اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔“

حضرت عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم جن بتوں کی پوجا کرتی تھی یہی بت لوگ عرب میں لے آئے۔ وُد کو دومۃ الجندل والوں نے اپنا معبود بنالیا اور سواع کو ہذیل والوں نے، یغوث کو مراد قبیلے والوں نے اور ان کے بعد بنی غطفان نے سبامستی میں جرف مقام پر اور یعوق کو ہمدان والوں نے اور نسر کو قبیلہ حمیر والوں نے، جو ذی الکلاع کی اولاد تھے اپنا معبود بنالیا یہ تمام نام نوح علیہ السلام کی

ﷺ، علماء اور پیر حضرات:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهَوْنَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ اَنَّى يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [التوبه: ۳۱]

”اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ ان کی اپنی باتیں ہیں وہ ان کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر کیا اللہ انہیں عارت کرے، کدھروہ بہکائے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوارب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں صرف یہ حکم تھا کہ ایک الہ کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو وہ شریک بناتے ہیں ”اللہ“ اس سے پاک ہے۔“

اہل کتاب سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں یہودیوں نے اپنی جہالت کی بناء پر یہ عقیدہ بنایا کہ عزیر ﷺ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں مفسرین نے جس کے دو سبب بیان کیے ہیں ایک سبب یہ ہے کہ موسیٰ ﷺ کی وفات کے بعد بخت نصر نے یہودیوں پر حملہ کیا اور اس نے تورات کو کلی طور پر ختم کرنے کا حکم دیا جس سے ایک وقت ایسا آیا کہ تورات دنیا میں ناپید ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے دین موسیٰ کی تجدید کے لیے حضرت عزیر ﷺ کو مبعوث فرمایا جنہوں نے وحی الہی کی روشنی میں تورات کو دوبارہ لکھوایا دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عزیر ﷺ سو سال تک فوت کیے گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر زندہ فرمایا جب اٹھے تو ان کے سامنے ان کے گدھے کو زندہ کیا اور جو کھانا حضرت عزیر کے ساتھ

تھا وہ سو سال گزرنے کے باوجود اسی طرح تروتازہ رہا اس کی تفصیل سورۃ البقرہ: آیت ۲۶۰ میں بیان کی گئی ہے اس معجزہ کی بناء پر یہودیوں نے عقیدہ حضرت عزیر ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا اور ان کی دیکھا دیکھی عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ ﷺ کو اللہ کا بیٹا اور حضرت مریم ﷺ کو اللہ کی بیوی قرار دیا جس کی تردید سورۃ المائدہ: آیت ۷۵ میں کی گئی ہے گویا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے اپنے انبیاء کی عقیدت و احترام اور ان کے معجزات دیکھ کر انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا۔ سبب یہ ہے کہ انسان جب گمراہی کے راستے پر چل پڑتا ہے تو اس کی کوئی انتہا نہیں رہتی یہی کیفیت یہود و نصاریٰ کی تھی اور ہے کہ انہوں نے انبیاء کرام کے ساتھ اپنے علماء، درویشوں اور بزرگوں کو بھی رب کا درجہ دے دیا بالخصوص عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ اور مریم ﷺ کو خدائی مقام پر پہنچا دیا حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ خالص ایک اللہ کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے یکتا ہے اور وہ مبرا اور پاک ہے ان سے جن کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ مشہور صحابی عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم طائی مسلمان ہوئے تو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی اور عرض کی اے اللہ کے رسول! اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے علماء اور صلحاء کو رب بنالیا ہے ہم نے تو کبھی انہیں رب نہیں بنایا اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أما إنهم لم يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ وَلَكِنْهُمْ كَانُوا إِذَا أَحْلَوْا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحْلَوْهُ وَإِذَا حَرَمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَمُوهُ.)) (جامع الترمذی)

”آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب کسی چیز کو ان کے لیے حلال کہتے تو وہ اس کو حلال گردانتے اور جب ان کے لیے حرام کہتے تو وہ اس کو حرام سمجھتے تھے۔“ (جاری ہے.....)



## مارگریٹ مارکس سے مریم جمیلہ تک

محمد اسحاق بھٹی



اخراجات کے تمام معاملات اپنے ذمے لیے رکھے۔  
یونیورسٹی میں اس کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو پہلے سمسٹر کے آغاز ہی میں ایک بیماری کی زد میں آگئی اور مجبوراً یونیورسٹی چھوڑنا پڑی اور اس کا رجحان مذہب کی طرف ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد نیویارک کے ایک کالج میں داخلہ لیا۔ کالج میں اس کا دور طالب علمی بہت مختصر رہا۔ ۱۹۵۳ء میں وہ نیویارک یونیورسٹی میں چلی گئی۔ یونیورسٹی میں اس نے اسلام اور یہودیت کا مضمون خاص طور پر دلچسپی سے پڑھا اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش کی۔ یہودیت کے بھی وہ تمام گوشوں کو حیطہ فہم میں لانے کے لیے کوشاں ہوئی اور یہودیوں کی مختلف تنظیموں سے رابطہ پیدا کیا۔ لیکن وہ اپنے اس آبائی مذہب سے متاثر ہونے کے بجائے ذہنی اور فکری طور پر اس سے دور ہو گئی۔

۱۹۵۶ء میں اس پر پھر بیماری نے حملہ کر دیا اور وہ اسپتال میں داخل ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی رسمی تعلیم کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ یونیورسٹی چھوڑ دی اور ڈگری حاصل نہ کر سکی۔

اب یہ عمر کی چھبیسویں منزل میں پہنچ گئی تھیں اور ان کے مطالعے کا اصل محور مذہب قرار پا گیا تھا۔ وہ اس ضمن میں اپنے والدین سے رہنمائی حاصل کرنے کی سعی کرتیں تو وہ بیٹی کو کوئی ایسی راہ نہ بتا سکتے جو اس کے لیے ذہنی اطمینان کا باعث ہو سکتی۔ یہودیت، عیسائیت، بہائیت وغیرہ مذاہب کی کتابوں کا انھوں نے مطالعہ کیا اور ان مذاہب کی مختلف تنظیموں کے رہنماؤں سے ملاقات کی لیکن کہیں سے اطمینان قلب کی دولت حاصل نہ ہو سکی۔ ان مذاہب کے مطالعے کے ساتھ اسلام کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ علامہ محمد اسد کی کتاب ”ردو ٹو مکہ“ پڑھی۔ چند اور کتابیں بھی پڑھیں۔ مختلف مذاہب کی کتابوں کے نتیجے

گزشتہ ۷۰، ۸۰ برسوں میں جن خوش بخت لوگوں کو اسلام کے شامیہ رحمۃ میں پناہ لینے کا شرف حاصل ہوا، ان میں ایک امریکی خاتون مریم جمیلہ کا نام خاص طور پر قابل تذکرہ ہے۔ ان کے آباء و اجداد کا تعلق یہودی مذہب سے تھا اور ان کا اصل وطن جرمنی تھا۔ ۱۸۴۸ء میں یہ لوگ طلبہ معاش کے لیے امریکا آئے اور وہاں کے شہر نیوروشیل میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہیں ۲۲ مئی ۱۹۳۴ء کو ان کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام والدین نے مارگریٹ مارکس رکھا۔ بچی کچھ بڑی ہوئی تو اسے سکول میں داخل کر دیا گیا۔

ابتداءً عمر ہی میں اس کے چہرے پر متانت کے آثار نمایاں تھے اور سکول میں تمام وقت وہ پڑھنے لکھنے میں مصروف رہتی تھی اور اس کا شمار ذہین بچوں میں ہوتا تھا۔ یورپی اور امریکی معاشرے میں ناچ گانے کا جو کلچر رائج ہو چکا ہے اور جس تہذیب نے اس معاشرت میں پنچے گاڑ رکھے ہیں، اس سے اس بچی کو آغا شعور ہی میں نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ عام بچوں کی طرح کھیل کود سے بھی اسے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہاں کے رواج کے مطابق کسی ہم عمر لڑکے کو اس نے اپنا دوست نہیں بنایا۔ زیادہ لڑکیوں سے بھی اس نے مراسم پیدا نہیں کیے۔ اس کی اصل مصاحب کتابیں تھیں اور ان کا مطالعہ اس کی ذہنی غذا۔

۱۹۵۲ء میں جب اس نے عمر کی اٹھارھویں منزل میں قدم رکھا تو وہ ہائی سکول کی تعلیم سے فارغ ہوئی۔ پھر اسی سال کے ستمبر میں یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور کچھ عرصہ ایک فیکلٹی میں بھی تعلیمی قسم کی کچھ خدمت سرانجام دی۔ امریکی معاشرے میں یہ رسم چلی آرہی ہے کہ بالغ ہوتے ہی لڑکے اور لڑکیاں اپنی معاشی کفالت کے خود ذمے دار ہو جاتے ہیں لیکن مارگریٹ مارکس کے والدین نے بیٹی کے خرچ

میں وہ شدید نفسیاتی دباؤ میں آ گئیں تو ڈاکٹروں کے مشورے سے ۱۹۵۷ء میں انھیں نفسیاتی امراض کے ایک اسپتال میں داخل کر دیا گیا جہاں وہ دو سال (۱۹۵۹ء تک) رہیں۔ ان دوسالوں میں انھوں نے اسلام اور دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ جاری رکھا اور فیصلہ کر لیا کہ اسپتال سے فراغت کے بعد اسلام سے متعلق کچھ مزید معلومات حاصل کر کے اسلام قبول کر لیں گی، چنانچہ وہ اسپتال سے نکلیں تو نیویارک میں رہنے والے مسلمانوں سے ملنے کا اہتمام کیا اور بعض مسلمان گھرانوں کا پتا چلا تو ان کے گھروں میں گئیں اور وہاں کے اسلامک سینٹر میں بھی باقاعدگی سے آمدورفت شروع کر دی۔

اب انھوں نے صرف اسلام کو اپنے مطالعے کا مرکز قرار دے لیا۔ پہلے ایک انگریزی ترجمہ قرآن حاصل کیا۔ یہ ایک متعصب عیسائی پادری جارج گاسل کا ترجمہ تھا۔ اس ترجمے سے انھیں مترجم کے تعصب کا پتا چل گیا۔ اس کے بعد انھیں نیوروشیل پبلک لائبریری سے علامہ محمد اسد کا ترجمہ قرآن ملا۔ علامہ ممدوح نے یہودی مذہب ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا اور بہت بڑے اسلامی سکالر کی حیثیت سے شہرت پائی۔ ان کے ترجمہ قرآن سے وہ بہت متاثر ہوئیں۔ اسے بار بار پڑھا اور اسے اپنا رہنما قرار دے لیا۔ قرآن کا یہ ترجمہ پڑھنے کے بعد وہ اچھی طرح سمجھ گئیں کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے اور اس کے تمام احکام صحیح ہیں۔

قرآن کے مطالعے کے بعد انھوں نے احادیث رسول ﷺ کا مطالعہ کرنے کا عزم کیا۔ حسن اتفاق سے انھیں مشکاة المصابیح مل گئی جس کا انگریزی ترجمہ حاجی فضل کریم نے کیا ہے۔ مشکاة ان کے نزدیک اسلامی احکام کا ”انسائیکلو پیڈیا“ ہے۔ اگر وہ رسول اللہ ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کچھ جاننا چاہتیں یا روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے کسی مسئلے کے بارے میں اسلامی احکام معلوم کرنے کا ارادہ کرتیں تو مشکاة کی طرف رجوع کرتیں اور اپنا مقصد حاصل کر لیتیں۔

مشکاۃ کے علاوہ انھوں نے قبول اسلام سے قبل علامہ محمد اسد کے

صحیح بخاری کے انگریزی ترجمے کا مطالعہ کیا جو ان کے لیے انتہائی دل بستگی کا باعث بنا۔ ان دنوں نیویارک کی اسلامی کتابوں کی ایک دکان سے انھوں نے اسلامی تعلیمات سے متعلق بہت سی کتابیں خریدیں جن میں علامہ محمد اسد کی دو کتابیں ”روڈ ٹو مکہ“ اور ”اسلام ایٹ دی کراس روڈ“ شامل تھیں۔ پھر اسی دکان سے مثنوی مولانا روم، ہدایہ، مقدمہ ابن خلدون، اقبال کی شاعری اور بعض دیگر کتابوں کے انگریزی تراجم خرید کر پڑھے۔

کچھ مدت سے والدین سے ان کا اختلاف ہو گیا تھا جو ۱۹۵۹ء میں کافی بڑھ گیا تھا، اس لیے کہ وہ ہر وقت اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتابوں کے مطالعے میں مشغول رہتی تھیں اور اس سلسلے میں والدین سے بحث بھی کرتی تھیں۔ ان کی اس روش سے تنگ آ کر والدین نے ان کو علیحدہ کر دیا اور وہ اپنی معاشی گاڑی کو چلانے کے لیے ملازمت کرنے لگیں۔ ان دنوں انھوں نے واشنگٹن ویمن ہاؤس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کی آمدنی کا زیادہ تر حصہ کتابوں کی خریداری اور اسلام کو ہر پہلو سے سمجھنے کے لیے لوگوں سے میل ملاقات اور مختلف اسلامی ملکوں کے اہل علم سے خط کتابت میں صرف ہو جاتا تھا۔ اسلام کی معاشرتی زندگی سے آگاہ ہونے کے لیے وہ لوگوں کے گھروں میں بھی جاتیں اور ان کے رہن سہن کے طور طریقوں کا مشاہدہ کرتیں۔

اس زمانے میں جن مسلمان اصحاب علم سے انھوں نے مراسلت کی، ان میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے:

①..... ڈاکٹر فاضل جمالی۔ (یہ اس وقت اقوام متحدہ میں عراقی حکومت کے مندوب تھے۔)

②..... ڈاکٹر محمود ایف حب اللہ۔ (سابق ڈائریکٹر اسلامک سینٹر، واشنگٹن۔)

③..... شیخ محمد بشیر ابراہیمی۔ (سابق صدر علماء الجزائر اور فرانسیسی استعمار کے خلاف جہاد آزادی کے راہنما۔)

④..... ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی۔ (مقیم پیرس)

⑤..... ڈاکٹر معروف دوالیسی۔ (سابق پروفیسر آف شریعہ،



دشمن یونیورسٹی۔)

⑤..... ڈاکٹر سعید رمضان۔ (سابق صدر اسلامک سینٹر، جینیوا۔)

ان ذاتی اور قلمی روابط سے انھیں بہت فائدہ ہوا اور اسلامی تعلیمات کے بہت سے پہلوؤں سے شناسائی ہوئی۔

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ وہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے کس طرح متعارف ہوئیں اور یہ تعارف آگے چل کر کس قالب میں ڈھلا اور اس سے کیا نتائج نمودار ہوئے؟

مولانا مودودی کا ایک مقالہ ”لائف آف ڈیٹھ“ کے عنوان سے ڈربن کے ایک مجلے ”دی مسلم ڈائجسٹ“ میں شائع ہوا تھا جو قبول اسلام سے قبل مارگریٹ مارکیوس کی نظر سے گزرا اور انھوں نے بڑی دل چسپی سے اس کا مطالعہ کیا۔ وہ اس موضوع پر اکثر اپنے والدین اور بعض دیگر حضرات سے گفتگو کرتی رہتی تھیں لیکن انھیں کسی طرف سے اس کا اطمینان بخش جواب نہیں مل رہا تھا۔ اب مولانا مودودی کا مقالہ پڑھا تو اس سے بہت متاثر ہوئیں اور اس موضوع سے متعلق ان کے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ ۱۹۶۰ء کے آخر میں انھوں نے مولانا ممدوح سے خط کتابت شروع کر دی۔ ان کے پہلے خط کا مولانا نے جو جواب دیا اس سے ان کا حوصلہ بڑھا اور پھر باہمی مراسلت کا سلسلہ آگے چلا۔ اسلامی تعلیمات کی سچائی کے نقوش تو پہلے ہی سے ان کے دل پر مرتسم ہو چکے تھے، اس لیے کہ وہ اس سلسلے کی بے شمار کتابیں بھی پڑھ چکی تھیں اور انھوں نے متعدد لوگوں سے زبانی گفتگو میں بھی اسلام کے متعلق معلومات حاصل کر لی تھیں اور قبول اسلام کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن مولانا مودودی کے مضمون اور خط نے انھیں خاص طور سے متاثر کیا۔ مراسلت کا دائرہ آگے بڑھا تو مولانا نے ان کو اسلام قبول کر کے کسی مسلم ملک میں قیام کرنے کا مشورہ دیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ وہ پاکستان آجائیں اور اس ملک میں مستقل طور سے سکونت اختیار کر لیں۔ اس سے پہلے انھوں نے عالم اسلام کے جن اصحاب علم سے خط کتابت کی، ان میں سے کسی نے ان کو اپنے ہاں آنے کی دعوت نہیں دی تھی۔

اب ان کا کاروان زندگی آگے بڑھتا اور ایک نئی منزل میں داخل

ہوتا ہے، جہاں وہ مارگریٹ مارکس کا بوسیدہ لبادہ اتار کر مریم جمیلہ کا خوب صورت برقع زیب تن کر لیتی ہیں۔ عید الاضحیٰ کے روز ۲۴ مئی ۱۹۶۱ء کو اپنی دو مسلمان دوستوں؟ خدیجہ فیصل اور بلقیس محمد کے ساتھ وہ بروکلین نیویارک کے اسلامک مشن کے ڈائریکٹر شیخ داود احمد فیصل کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان سے دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی درخواست کی۔ شیخ ممدوح نے ان کو بہ آواز بلند کلمہ شہادت پڑھایا اور وہ اسلامی برادری کی باقاعدہ رکن بن گئیں۔ ان کا نام مریم جمیلہ رکھا گیا۔ اس طرح ان کا مارگریٹ مارکیوس سے مریم جمیلہ تک کا کھٹن مگر دل چسپ سفر اختتام کو پہنچا اور مغرب کی فضاؤں سے مستقبل کی ایک نام ور مبلغہ اسلام کا ظہور عمل میں آیا۔

قبول اسلام کے بعد مریم جمیلہ نے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے ملنے والے یہودیوں اور عیسائیوں نے انھیں پاکستان آنے سے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے فیصلے پر قائم رہیں۔ وہ امریکا سے ہوائی جہاز کے ذریعے پاکستان آنے کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتی تھیں، اس لیے ۱۸ مئی ۱۹۶۲ء کو ایک جرمن بحری جہاز پر نیویارک سے روانہ ہوئیں جو مصر، سوڈان، صومالیہ اور سعودی عرب کی بندرگاہوں پر رکتا ہوا ۲۶ جون ۱۹۶۲ء کو کراچی کے ساحل پر لنگر انداز ہوا۔ کراچی کی بندرگاہ پر جماعت اسلامی کے چند ارکان نے ان کا استقبال کیا۔ کچھ روز وہ ان کی مہمان رہیں۔ پھر ۲۰ جون کو لاہور پہنچیں۔ یہاں میاں طفیل محمد ان کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ انھوں نے انھیں مولانا مودودی کے گھر پہنچایا۔ پاکستان آکر اس نیک بخت خاتون نے کلیتہاً یہاں کی تہذیب اختیار کر لی تھی۔ باقاعدہ پردہ کرتی تھیں۔ اُردو زبان بھی سیکھ لی تھی اور بے تکلفی سے اُردو بولتی تھیں۔ میں نے ان کے ہاتھ کی اُردو تحریر دیکھی ہے، صاف زبان اور اچھی تحریر۔ بول چال اور رہن سہن میں وہ پاکستان کے مسلم معاشرے کا حصہ بن گئی تھیں۔

کچھ عرصہ ان کا قیام مولانا مودودی کے ہاں رہا، پھر انھیں پتوکی

میں جماعت اسلامی کے ایک رکن کے ہاں بھیج دیا گیا جو اس وقت ایک قصبہ تھا، اب ضلع قصور کی تحصیل ہے۔ وہاں کا ماحول بالکل دیہاتی تھا اور اس دیہاتی ماحول میں انھوں نے جتنا عرصہ گزارا، نہایت خوشی سے گزارا۔ وہ پنجابی زبان بھی سمجھ لیتی تھیں بلکہ بول بھی لیتی تھیں۔

۸ اگست ۱۹۶۳ء کو ان کا نکاح مولانا مودودی نے چند لوگوں کی موجودگی میں محمد یوسف خاں صاحب سے پڑھایا۔ اس وقت مریم جمیلہ کی عمر ۲۹ سال اور یوسف خاں کی ۳۹ سال تھی۔

محمد یوسف خاں ۱۹۲۲ء میں مشرقی پنجاب کے شہر جالندھر میں پیدا ہوئے اور اگست ۱۹۴۷ء میں ترک وطن کر کے لاہور آئے۔ ۱۹۵۱ء میں مولانا مودودی سے تعلق پیدا ہوا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے۔ جماعت کے یہ مخلص ترین سرگرم رکن تھے۔ طویل قامت اور سرخی مائل گورارنگ، جی دار اور بے خوف شخص۔

مریم جمیلہ کے ساتھ شادی سے قبل ان کی شادی اپنے رشتہ داروں میں ہوئی تھی اور وہ صاحبِ اولاد تھے۔ مریم جمیلہ اور ان کی پہلی بیوی (شفیقہ) کے درمیان ابتدا ہی میں اچھے مراسم پیدا ہو گئے تھے اور دونوں ہنسی خوشی سے ایک ہی مکان میں لاہور کے علاقہ سنت نگر میں رہتی تھیں۔ دونوں کے بچوں کا آپس میں بے حد پیار تھا اور وہ مریم جمیلہ کو خانم اور شفیقہ کو امی کہتے تھے۔ کئی سال اکٹھے گزارنے کے بعد پہلے شفیقہ فوت ہوئیں، پھر مریم جمیلہ نے وفات پائی۔

مریم جمیلہ اسلام کی مشہور اسکالرتھیں۔ اسلام کے مختلف پہلوؤں سے متعلق انھوں نے انگریزی میں چھوٹی بڑی ۳۴ کتابیں لکھیں جو ان کے نام دار شوہر محمد یوسف خاں نے شائع کیں۔ مختلف ممالک کے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ دائرۃ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کے بہت بڑے خدام کی حیثیت سے انھوں نے شہرت پائی لیکن میرے محدود علم کے مطابق انگریزی زبان میں اسلام کے بارے میں جو تحریری خدمت اس امر کی نژاد خاتون نے انجام دی وہ نوعیت اور

بقلمونی کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

محمد یوسف خاں جب تک تن درست رہے، یہ کتابیں چھاپتے رہے۔ لوگ انھیں خریدتے اور شوق سے پڑھتے تھے۔ میں بہ طور ریسرچ فیلو ادارہ ثقافت اسلامیہ میں تصنیفی خدمات سرانجام دیتا تھا۔ خاں صاحب مدوح کتابوں کی خرید و فروخت اور تبادلے کے سلسلے میں وہاں آتے جاتے تھے۔ ہم انھیں ازراہ مزاج مریم جمیلہ والے یوسف خاں کہا کرتے تھے اور ان سے ہنسی مذاق کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ وہ طویل مدت سے صاحبِ فراش ہیں اور کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ ختم ہے۔ میرا خیال ہے اب یہ کتابیں کوئی نہیں شائع کرے گا۔

مریم جمیلہ نے ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو وفات پائی۔ اس کی اطلاع مجھے میرے دوست عرفان جعفر صاحب نے دی جو جماعت اسلامی کے رکن ہیں۔ میں عزیز ی حافظ حسان سعید کے ساتھ جو ایم اے کے آخری سال کا طالب علم ہے، جنازے میں شامل ہوا۔ جنازہ یوسف خاں کے مکان کے قریب گراؤنڈ میں پڑھایا گیا۔ اپنے دیرینہ تعلقات کی بنا پر میں یوسف خاں صاحب سے ملنا اور تعزیت کرنا چاہتا تھا لیکن مدتِ مدید سے مل نہیں سکا تھا، اس لیے خیال ہوا کہ وہ مجھے پہچان نہیں سکیں گے اور اتنے لوگوں کے سامنے اپنا تعارف کرانا مناسب نہیں ہوگا۔

مریم جمیلہ کے ایک بیٹے حیدر فاروق امریکہ رہتے ہیں۔ وہ ان کی وفات کے بعد لاہور آئے تو عرفان جعفر صاحب کے ساتھ ۲۴ نومبر کو میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ ان دونوں نے مجھے بتایا کہ خان صاحب کو تمہارے متعلق گزشتہ دور کی باتیں یاد ہیں۔ حیدر فاروق صاحب نے مجھے ۲۶ نومبر کو اپنے گھر آنے اور دوپہر کا کھانا ان کے ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ میں عرفان جعفر صاحب کے ساتھ حاضر ہوا اور خان صاحب کے ساتھ اظہارِ افسوس کیا۔ سلامِ دُعا کے فوراً بعد انھوں نے کہا: آپ تو ساندہ میں رہتے ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر ملاحظہ کیجیے)

## ہمارا سلطان سلیمان عالیشان

ذوالفقار احمد چیمہ

جس قوم کا اپنی تاریخ کے ساتھ رشتہ جتنا مضبوط، عقیدت مندانہ اور سبق آموزانہ ہوگا، اس کی اصلاح اور ترقی کے درپے اتنے ہی روشن ہوں گے۔ دورِ حاضر میں سہل پسندی کی بدولت تحقیق حقائق کا جذبہ ماند پڑ چکا ہے اور ہر سنی بات کو بلا تامل سچ سمجھ لیا جاتا ہے۔ کسی بھی قوم کی تہذیب اس کی تاریخی روایت کا تسلسل ہوتی ہے۔ اگر تہذیب غیر کو غیر محسوس طریقے پر کسی بھی قوم میں رائج کر دیا جائے تو فکری طور پر اس قوم کی موت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ایسا ہی کچھ آج کل مسلمانوں کے ساتھ عموماً اور پاکستانیوں کے ساتھ خصوصاً کیا جا رہا ہے۔ اغیار کے کلچر کو فروغ دینے کے لیے سوچی سمجھی چال چلی جا رہی ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے جس بہتات سے غیر ملکی حیاباختہ ڈرامے یہاں دکھائے جا رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سازشی عناصر پوری طرح متحرک ہو چکے ہیں اور پوری تن دہی سے اپنے ”فریضے“ کو انجام دے رہے ہیں۔ ”میرا سلطان“ نامی ترکی ڈرامہ بھی اسی کا تسلسل ہے جو آج کل بدنام زمانہ چینل پر دکھایا جا رہا ہے۔ خلافت عثمانیہ کے عظیم سلطان سلیمان کے عہد خلافت پر مشتمل اس ڈرامے میں جس طرح حقائق کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے، وہ انتہائی شرم ناک ہے۔ گویا ڈرامہ مسلمانوں کو ان کی تاب ناک تاریخ سے برگشتہ کرنے کی بھرپور کوشش ہے۔ جس کی تفصیل پیش نظر کالم میں آپ پڑھیں گے۔ ناچنے فکرنسٹوں جب یہ ڈرامہ دیکھے گی تو اس کے ذہن پر کیسے نقش ثبت ہوں گے اور جب ان کے بزرگ انھیں مسلمانوں کے دورِ عروج کے قصے سنائیں گے تو کیا وہ ان پر یقین کرنے کے لیے تیار ہوگی؟

اس ڈرامے میں حقائق کو توڑ موڑ کے پیش کیا گیا ہے، اس کا اعتراف خود اس ملک کے صدر اور اس کے وفد کے ارکان نے کیا جس کا انکشاف سینئر صحافی حامد میر نے ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۳ء روزنامہ جنگ کے اپنے کالم میں کیا ہے۔ اسے پڑھیے اور اپنے حکمرانوں کی بے حسی اور لاعلمی پر خون کے آنسو بہائیے:

”وفاقی وزیر برائے پانی و بجلی خواجہ محمد آصف نے (ترکی کے صدر) عبداللہ گل کو بتایا کہ پاکستان میں ترک ڈرامے بڑے ذوق و شوق سے دیکھے جاتے ہیں۔ پہلے ”عشق ممنوع“ بڑا مقبول ہوا، آج کل ”میرا سلطان“ بہت دیکھا جا رہا ہے۔ یہ سن کر ترک وفد کے ارکان نے خواجہ صاحب کو بتایا کہ ”میرا سلطان“ میں خلافت عثمانیہ کے دسویں سربراہ سلطان سلیمان کی زندگی کے متعلق حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اس موقع پر (ترک صدر) عبداللہ گل نے کہا کہ ان کا بس چلے تو اس ڈرامے پر پابندی لگا دیں لیکن کیا کریں، ترکی میں جمہوریت ہے۔“

پیش نظر کالم کے مندرجات سے کلی اتفاق تو مشکل ہے۔ بہر صورت ہمارا مقصد اس ڈرامے کی خرافات کی تردید ہے اور بس.....! (حماد الحق نعیم)

ہر محفل میں حکیم اللہ کی موت کا ذکر ہو رہا ہے مگر ہم موت کی بجائے زندگی کا ذکر کریں گے جو چھوٹی سکرین کے طفیل پانچ سو سال بعد حورم سلطان کو نصیب ہوئی ہے۔ ترکی کا ڈب کیا ہوا ڈرامہ ”میرا سلطان“ بہت مقبول ہے جسے عوام، خصوصاً خواتین، بڑے شوق سے دیکھتی

ہیں۔ میرال اوکے (Meral Okay) کا لکھا ہوا یہ ڈرامہ سلطنت عثمانیہ کے دسویں حکمران سلیمان خان، شاہی خاندان، حرم کی کنیروں، غلاموں، مصاحبوں، شاہی محل کی غلام گردشوں میں جنم لینے والی کہانیوں اور درون خانہ ہونے والی سازشوں کی فلمی کہانی ہے۔ اگر اُس زمانے میں پرائیوٹ چینل ہوتے تو ہر تین منٹ کے بعد کسی محلاتی خبر کی بریکنگ نیوز چلتی۔ ڈرامے کا مصنف (جو چند ہفتے قبل وفات پا گیا ہے) ایک قسط میں جتنے موڑ ڈالتا ہے اتنی ہی کنیریں مرواتا ہے۔ لگتا ہے ڈرامے کا ڈائریکٹر ہماری پنجابی فلموں کے کسی ڈائریکٹر کی شاگردی میں رہ چکا ہے جس نے ڈرامے میں لباس سمیت ہر قسم کی وہ بیہودگیاں وافر مقدار میں ڈالی ہیں جو پست درجے کی فلموں کا حصہ ہوتی ہیں۔ عثمانی سلطنت کے بارے میں پہلے بھی کچھ پڑھن رکھا تھا، ڈرامے کی کچھ قسطیں دیکھ کر سلطان سلیمان کے بارے میں مزید جاننے کا تجسس پیدا ہوا۔ کچھ تاریخی حقائق قارئین سے بھی Share کرنا چاہوں گا۔ ڈرامہ دیکھ کر لگتا ہے کہ سلطان کا زیادہ وقت حورم اور دیگر کنیروں کی کمپنی میں ہی گزرتا تھا۔ اور وزیر اعظم ابراہیم پاشا کے بھی یہی معمولات تھے۔ تاریخی حقائق ایسے نہیں ہیں۔

جری اور بہادر عثمانیوں کی تقدیر کا آغاز چودھویں صدی میں انقرہ کے قریب ایک چھوٹی سی زمینداری سے ہوا۔ ایک صدی بعد وہ درہ دانیال کو عبور کر کے ایک تنگ آبائے پر سے اپنی کشتیاں پار لے گئے اور قسطنطنیہ کی تہری فصیلیں پارہ پارہ کر کے اس پر قابض ہو گئے۔ عثمانیوں کے عروج کی داستان حیرت انگیز ہے، وہ وسط ایشیا کے پہلے جنگجو تھے جنھوں نے یورپ پر یورش کی اور وہاں حکومت قائم کی۔ سولہویں صدی تک وہ ایک سپر پاور بن چکے تھے جنھوں نے خیر الدین باربروسا کی مدد سے اس وقت کی سب سے بڑی نیوی تیار کی اور سمندوں پر تسلط قائم کیا۔ مسلم ترکوں کے پاس

اُس وقت اتنے بحری جہاز تھے کہ اس وقت کے تمام یورپی ممالک کے جہاز جمع کیے جائیں تو بھی وہ عثمانی سلطنت سے کم تھے۔

قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) طاقت ور رومن ایمپائر کا پایہ تخت تھا جسے مسلمانوں نے پہلے بھی کئی بار فتح کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ ۱۴۵۳ء میں ساتویں عثمانی ترک حکمران سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ تسخیر کیا اور سلطان محمد فاتح کہلایا۔ اس عظیم فتح کے بعد محمد فاتح نے مفتوح عیسائیوں کا قتل عام نہیں کیا بلکہ یہ قانون نافذ کیا کہ ”آج کے بعد مسلمان اور عیسائی رُتبے میں برابر ہونگے۔“ سلطان محمد کے بیٹے بازید نے تخت نشین ہو کر ایک اور حکم جاری کیا جس کی رو سے عثمانی ترکوں پر لازم تھا کہ وہ یورپ کے اُن ملکوں کے باشندوں سے زیادہ تعلیم حاصل کریں جنھیں انھوں نے تسخیر کیا تھا۔ ان دونوں سلطانوں کے ساٹھ سالہ دور میں ہر دو قوانین پر سختی سے عمل کیا گیا۔ بازید کی زندگی ہی میں اس کے بیٹے سلیم نے بغاوت کر دی مگر بوڑھے باپ سے شکست کھائی اور اپنے سسرال کریمیا کے تاتاریوں کے پاس پناہ حاصل کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بازید نے سلیم کو بلا بھیجا اور اس کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گیا۔ سلطان سلیم بڑا زیرک اور سخت گیر تھا۔ اس کے دور میں ترکوں نے شمالی افریقہ کے علاوہ فلسطین سمیت پوری سرزمین عرب کو فتح کیا اور یورپ کی جانب یورش کی۔ یورپی حکمران عثمانی ترکوں کو اپنے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھنے لگے تھے۔ سلطان سلیم کی وفات پر پاپائے روم لیوڈم شکر بجالایا کہ کچھ عرصے کے لیے ترکوں کا خطرہ ٹل گیا کیوں کہ ترکوں کا سلطان جو اُفق پر شہاب ثاقب کی طرح چمک رہا تھا یورپ میں داخل ہوتے ہی غروب ہو گیا۔ اس کی وفات پر پاپائے روم نے خوشیاں منانے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ سارے روم متاکبری میں بھجن گائے جائیں۔

سلطان سلیمان اپنے والد سلطان سلیم کی وفات کے بعد ۱۵۲۰ء میں ۲۶ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کی تخت نشینی پر ایک یورپین صحافی نے لکھا کہ ”ایک نوجوان مہمہ ایک خوف ناک شیر کا جانشین بنا ہے کیوں



کہ سلیمان آرام کی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔“ یہ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔  
ہیرالدیم لکھتا ہے کہ عثمانی روایات کے مطابق نئے سلطان  
سلیمان کی تاج پوشی یا حلف برداری کی رسم شہید صحابی حضرت ایوب  
انصاری رضی اللہ عنہ، جنہیں ہجرت کے وقت میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا  
شرف حاصل ہوا، کے مزار پر ہوئی۔ یہاں کے متولی اور بزرگ  
سلطان کو تلوار پیش کرتے، سلطان کی کمر سے تلوار باندھنے کے بعد  
بزرگ درویش ہاتھ پکڑ کر سلیمان کو ایک بلند چوڑے پر لے گیا۔ عوام کا  
بہت بڑا اجتماع اس تقریب میں موجود تھا۔ مرد بزرگ نے بہ آواز بلند کہا  
کہ ”اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو سلطان بنایا جا رہا ہے۔ اے آل عثمان کے  
سر تاج! خدا تجھے نیک ہدایت دے۔ کیوں کہ اگر تو غلط راستے پر چلا تو خدا  
تیرا ساتھ نہ دے گا۔“ والد کو قبر میں اتارنے کے ساتھ ہی نئے حکمران  
سلیمان نے حکم دیا کہ اس کے والد کے مقبرے کے ساتھ ایک مسجد،  
بیماروں کے لیے شفا خانہ، مسافروں کے لیے سرائے اور حصول علم کے  
لیے ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ عوام میں یہ تاثر بہت جلد پھیل گیا کہ  
سلطان سلیمان کے پاس جو بھی انصاف طلب کرنے کے لیے حاضر ہوا  
اس کے ساتھ انصاف کیا گیا خواہ وہ اجنبی ہو، کسان ہو یا عیسائی رعایا ہو۔  
سلطان سلیمان نے بہت سی جنگوں کی خود کمان کی۔ بے پناہ بہادر  
اور ذہین سلطان کی یلغار اور تلوار کے آگے کوئی نہ ٹھہر سکا۔ ذرا سوچیے  
یورپ آج ہمارے لاکھوں نوجوانوں کے لیے امکانات اور آرزوں کی  
جنت اور عالمی سیاست کا پردھان ہے۔ سلیمان کے برق رفتار گھوڑوں  
نے چند سالوں میں ہی آدھے یورپ کو روند ڈالا۔ سلطان نے جدھر کا  
رُخ کیا فتح کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ شہر اور ملک یکے بعد دیگرے  
اس کے قدموں میں ڈھیر ہوتے گئے۔ پہلے ہی سال بلغراد فتح ہو گیا  
پھر بوڈاپسٹ اور ہنگری فتح ہوا اور اس کا حکمران لوئیس مارا گیا۔ وہ  
رہوڈز پر چار سو بحری جہازوں کے ساتھ حملہ آور ہوا اور اسے فتح کیا،  
بلقان کی ساری ریاستیں اس کی زیر نگین آ گئیں۔ روس غیر معروف تھا

اور انگلستان اور جرمنی اس وقت کمزور ملک تھے۔ فرانس کے حکمران  
نے سلطان سے دوستی کر کے عافیت حاصل کی۔ اٹلی کا بڑا حصہ سلطنت  
کا حصہ بنا، ہنگری فتح کرنے کے بعد سلطان کی فوجیں آسٹریا کی دہلیز  
پر پہنچ گئیں تو وہاں کا حکمران فرڈیننڈ فرار ہو گیا۔ ترک فوجوں نے کئی ماہ  
تک ویانا کا محاصرہ کیے رکھا۔ موسم کی شدت محصورین کا ساتھ نہ دیتی  
اور سلطان واپسی کا قصد نہ کرتا تو آج یورپ کی تقدیر مختلف ہوتی۔  
سلطان نے مشرق کا رُخ کیا تو تبریز تک جا پہنچا اسے چھوڑ کر بغداد پر  
تسلط قائم کیا، یمن، مسقط، اومان، مراکش، تیونس، الجزائر، انڈونیشیا،  
فلسطین اور اراض حجاز سب مسلم عثمانی سلطنت کے حصے تھے۔ عثمانیوں  
نے ارض حجاز کی فتح کے بعد حرمین کی توسیع و تزئین بے پناہ عقیدت  
سے مکمل کی۔ بغداد کی فتح کے بعد سلطان سلیمان نے امام  
ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبروں کی تعمیر  
و تزئین کرائی۔ مشہور کہات ہے کہ جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔  
مگر سلطان کے انصاف کا یہ عالم تھا کہ ایک جنگ کے دوران سوار کو  
عصا سے اس لیے زد کوب کیا گیا کہ اس نے کھیت میں کچی ہوئی فصل کو  
کچل ڈالا تھا اور پھر ایک بار اپنے ہی ایک بندوپی کا سر اس جرم پر قلم  
کر دیا گیا کہ اس نے باغ سے پھل چرائے تھے۔ پاپائے روم کے  
قریب ترین صحافی، یعنی اس کے پریس سیکرٹری نے لکھا ہے: ”جنگ  
کے عالم میں ترکوں کا فوجی نظم و ضبط اس لیے اعلیٰ ہے کہ وہ انصاف اور  
ضبط نفس پر مبنی ہے۔ اس لحاظ سے ترک رومیوں سے برتر ہیں۔“  
مسلم حکمرانوں میں سے سلطان سلیمان کی شخصیت کے بارے  
میں یورپی رائیٹرز نے سب سے زیادہ لکھا ہے۔ شیکسپیر نے بھی اپنی  
شاعری اور ڈراموں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ غیر مسلم مورخین اُس کے  
بارے میں لکھتے ہیں کہ ”وہ طویل قامت اور باوقار تھا اس کی طبیعت  
سے متانت اور اپنے آپ پر اعتماد کا اظہار ہوتا تھا۔ جو اسے دیکھتا اس  
کی تعریف کرتا اور دعائیں دیتا تھا۔ وہ بہت ذہین، متوازن اور نفاست

پسند تھا۔ دریائے ڈینیوب سے لے کر دریائے نیل کے دھانے تک کوئی دروازہ ایسا نہ تھا جو اس پر بند ہو۔ تین براعظموں پر اس کا تسلط تھا۔ بلاشبہ عثمانی ترکوں کی حکومت اس وقت دنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی اور سلطان سلیمان اعظم دنیا کا طاقت ور ترین انسان تھا جس کے دربار میں یورپی ملکوں کے نمائندے اسی طرح عاجزانہ اور خوشامداندہ انداز اختیار کرتے جس طرح آج کل تیسری دنیا کے ملکوں کے نمائندے امریکا، یورپ اور چین میں کرتے ہیں۔ یہ حقائق تاریخ کا حصہ ہیں اور تاریخ کا یہ باب مسلمانوں کے لیے ہمیشہ باعث افتخار رہے گا۔

جب غلام ہندوستان کے شہری انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے تو ایک جلوس کے قریب ہی لاہور کی مال روڈ پر صفائی کرتے ہوئے ایک عیسائی خاک روپ نے دوسرے پوچھا کہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا: ”ایہہ ساڈے کولوں آزادی منگدے پھر دے نہ۔“ (یہ ”ہم“ سے آزادی مانگ رہے ہیں) خاک روپ نے اپنا رشتہ عیسائی انگریز حکمرانوں کے ساتھ جوڑ لیا اور یہ رشتہ آج بھی کمزور نہیں ہوا۔ تو کیا ہندوستان کے مسلمانوں کا ان عثمانی ترکوں کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں بنتا جنہوں نے حرم کی پاسبانی اور گنبد خضریٰ کی نگہ بانی کے لیے ساری عقیدتیں اور محبتیں نچھاور کر دیں۔ ایک دانش ور دوست نے کئی بار کہا ہے کہ جب یورپی مورخین کی تحریر پڑھتا ہوں کہ ”سلطان سلیمان کے نام سے یورپی حکمرانوں کی ٹانگیں کانپتی تھیں اور اس کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سے ان کے دل لرزتے تھے۔“ تو قلب و دماغ ہی نہیں روح تک جھوم اٹھتی ہے۔ مگر جب اقبال پوچھتا ہے کہ

تھے آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟  
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

تو سوائے ندامت کے کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ سلطان سلیمان چھیالیس سال تک وقت کی سپر پاور کا حکمران رہا۔ اس کی سلطنت کی وسعت اور شان و شوکت کے پیش نظر مورخ اسے سلیمان اعظم کے نام

سے یاد کرتے ہیں۔ اور یورپ میں وہ Suleman the Magnificent (سلیمان عالیشان) نام سے معروف ہے۔ دنیا اسلام میں اس کی قانونی اصلاحات کے باعث اسے ”سلیمان قانونی“ بھی کہا جاتا ہے۔ سلیمان کو علم و ادب سے خاص شغف تھا پانچ زبانوں پر عبور رکھنے والا سلیمان شاعر بھی تھا۔ وہ تیغ اور قلم دونوں کا دھنی تھا۔ اُس وقت کے یورپی مورخ عثمانی سلطنت کی طاقت اور وسعت کو ان کی جفاکشی اور بہادری سے منسوب کرتے مگر بہت سے راز دانوں کے نزدیک ان کی حیرت انگیز طاقت کا راز وہ ”درس گاہ“ تھی جو سلیمان کے جد امجد سلطان محمد فاتح نے تعمیر کرائی تھی۔ آج کل کے کیڈٹ کالج کے طرز پر بنائے گئے اس ادارے کا ڈسپلن انتہائی سخت تھا اس کے ہوشلوں میں آٹھ سے اٹھارہ سال کے چھ سوڑے رہتے تھے۔ پہلی تیس پوزیشنیں حاصل کرنے والے سلطان کے مقررین بنتے اور انھیں نظم و نسق کے اعلیٰ عہدے دیے جاتے۔ سلطان سلیمان نے خود بھی اس سختی اور پابندی کے ساتھ تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ کئی یورپی مورخین کی رائے میں عثمانی ترکوں کے ”اس مدرسے کی تعلیم و تربیت کا معیار یورپ کی تعلیمی اداروں سے کہیں بلند تھا۔“ راز کھل گیا کہ ان کی عظمتوں اور اوج کمال تک پہنچنے کا موجب تعلیم اور حصول علم کا جنون تھا۔

جہاں تک حرم کا تعلق ہے یورپی مورخ ہیرالدیم لکھتا ہے کہ ”محل سرائے میں ایک دالان حرم کے حصے کو سلطان کے دیوان خانے سے جدا کرتا تھا۔ جب سلطان حرم میں داخل ہونے لگتا تو دستور کے مطابق پہلے کہلا بھیجتا۔ حرم کی عورتیں پردہ دار تھیں۔“ ایک اور یورپین رائیٹر نے لکھا ہے کہ ”یہاں کی عورتیں خوب صورت اور خوش اندام ہوتی ہیں۔ وہ جب باہر نکلتی ہیں تو نقاب پہنے ہوتی ہیں، سرکوں پر وہ برقع کی آستینوں میں اپنے ہاتھ چھپالیتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ ان کا ہاتھ بھی کسی کو نظر آجائے تو انھیں بے حیا سمجھا جائے گا۔“

(باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر ملاحظہ کیجیے)

# تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

۲۸

اہل حدیث حضرات میں سے جن اصحاب تحقیق نے گزشتہ اور موجودہ صدی میں مختلف مسائل سے متعلق فتوے جاری فرمائے اور کتابی صورت میں شائع ہوئے، ان میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی، علمائے غزنویہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور دیگر متعدد بزرگانِ گرامی شامل ہیں رحمۃ اللہ علیہم۔ غزنوی علمائے کرام کے فتوے فارسی زبان میں تھے۔ ممتاز عالم شیخ الحدیث حضرت حافظ محمد اسحاق حسینوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا اردو زبان میں ترجمہ کر دیا تھا۔ غالباً فتاوے کے اس مجموعے کی کتابت بھی ہوگئی تھی۔ لیکن ابھی تک اس کی اشاعت نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں یہ عظیم الشان علمی اور تحقیقی مجموعہ کس کے پاس ہے اور کس حال میں ہے۔ اسے شائع کر دیا جائے تو یہ بہت بڑا علمی ذخیرہ ہوگا جس سے لوگ فیض یاب ہوں گے۔

یہاں فتاوے کے جس مجموعے کا ذکر مقصود ہے، وہ ”فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ“ ہے جو شیخ الحدیث حافظ مفتی ثناء اللہ مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی کے افکارِ عالیہ کا علمی مرقع ہے۔ یہ اس فتاوے کی جلد اول ہے اور کتاب العقائد پر مشتمل ہے۔ اس جلد کو جمع کرنے اور اس کی ترتیب و تبویب کا فریضہ سرانجام دینے کی سعادت حضرت مولف کے تلمیذ رشید حافظ عبدالشکور مدنی کو حاصل ہوئی، حسن اتفاق سے یہ بھی مدینہ یونیورسٹی کے فاضل ہیں اور بہت سالوں سے سعودی حکومت کی طرف سے بہ حیثیت مبعوث جامعہ اہل حدیث قدس لاہور کی مسندِ تدریس پر فائز ہیں۔ یہ نہایت اہم اور محنت طلب کام ہے، جس کی انجام دہی کا بہ توفیق الہی حافظ عبدالشکور مدنی نے عزم فرمایا۔

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ (جلد اول)

تالیف: شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی

جمع و ترتیب: حافظ عبدالشکور مدنی

ناشر: حافظ عبدالشکور مدنی۔ دارالارشاد ۲۱۴۔ بی، سبزہ زار سکیم۔ لاہور۔

عمدہ کمپوزنگ، بہترین کاغذ، اچھی طباعت، دیدہ زیب مضبوط جلد۔ صفحات ۸۸۸۔

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

مختلف دینی مسائل سے متعلق استفتا کا سلسلہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جاری ہے۔ پیش آئند معاملات کے بارے میں صحابہ کرام کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور وہ قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جواب دیتے تھے۔ اصطلاح میں انھیں اہل فتویٰ صحابہ کہا جاتا ہے۔ ان عالی مرتبت حضرات میں سے جن صحابہ سے زیادہ فتوے منقول ہیں، ان کے لیے مکثرین صحابہ کا لفظ بولا جاتا ہے، جن سے کچھ کم فتوؤں کا مجموعہ مروی ہے، انھیں متوسطین صحابہ کہا جاتا ہے اور جن سے بہت کم فتوے روایت کیے گئے ہیں، ان کے لیے مقلدین صحابہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تمام فتوے کتب حدیث میں مندرج ہیں، جن سے اہل علم استفادہ کرتے ہیں۔

دیارِ عرب سے استفتا کا یہ سلسلہ برصغیر میں پہنچا تو یہاں کے علمائے کرام اپنے علم و تحقیق کی روشنی میں فتوے جاری کرنے لگے۔ ان کے فتوے عربی زبان میں بھی ہیں، فارسی میں بھی ہیں اور اردو زبان میں بھی۔ ان علمائے ذی شان کو مفتی کہا جاتا ہے۔



حافظ مفتی ثناء اللہ مدنی کا شمار حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ یہ حضرت حافظ صاحب روپڑی کے علم و تحقیق سے بھی بے حد متاثر ہیں اور ان کی صالحیت کا بھی ان پر بہت اثر ہے۔ حضرت حافظ صاحب کی طرح اللہ تعالیٰ نے علم و عمل کی نعمت عظمیٰ سے انھیں بھی خوب نوازا ہے۔ درس و تدریس میں بھی ان کا مقام بڑا رفیع ہے اور تصنیف و تالیف میں بھی ان کا انداز خالص محققانہ ہے۔ اپنے مافی الضمیر کا اظہار یہ خوب صورت اسلوب میں کرتے ہیں۔ عربی زبان میں ان کے تصنیفی کارناموں میں جامع ترمذی کی شرح جائزۃ الاحوذی کو، جو چار جلدوں پر محیط ہے، بڑی اہمیت حاصل ہے۔ صحیح بخاری کی شرح بھی لکھی جا رہی ہے۔ اللہ کرے اس کی تکمیل کے مراحل جلد طے ہوں۔

زیر تبصرہ کتاب ثنائیہ مدنیہ اردو زبان میں ان کا بہ درجہ غایت عالمانہ شاہ کار ہے۔ فتاویٰ نویسی کا کام نہایت نازک اور وسعت مطالعہ کا طالب ہے۔ یہ سلسلہ انھوں نے ۱۹۷۰ء میں ہفت روزہ ”تنظیم اہل حدیث“ (لاہور) کے صفحات میں شروع کیا تھا اور پھر یہ لاہور کے ماہنامہ ”محدث“ میں بھی خاص رفتار کے ساتھ چلتا رہا۔ بعد ازاں حافظ ثناء اللہ مدنی کے فتوؤں کی اشاعت ۱۹۹۰ء میں ہفت روزہ ”الاعتصام“ (لاہور) میں ہونے لگی۔

یہ حافظ ثناء اللہ صاحب کے فتوؤں کی پہلی جلد ہے جسے حافظ عبدالشکور مدنی نے مختلف اخبارات سے جمع کر کے شائع کیا۔ اس کی دوسری جلد زیر ترتیب ہے۔ پھر ان شاء اللہ تیسری اور چوتھی جلد تک معاملہ پہنچے گا اور یہ علمی ذخیرہ خوانندگان محترم کی خدمت میں پیش ہوگا۔ اس جلد کے آغاز میں فاضل مصنف کے حالات بیان کیے گئے ہیں اور ”عرض مرتب“ کے ضمن میں حافظ عبدالشکور مدنی نے برصغیر میں فتویٰ نویسی اور اس سلسلے میں اہل حدیث کی خدمت کا تذکرہ بڑے مناسب انداز میں کیا ہے۔ آٹھ صفحات کے اس مضمون میں زیر نظر

”فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ“ کی خصوصیات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ مشہور مصنف مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے ”پیش لفظ“ کے تحت ”منصب افتا کی اہمیت اور اس کے تقاضے“ چار صفحات میں بیان کیے ہیں۔ حافظ صاحب کا یہ مضمون اپنے موضوع کی بہت سی معلومات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ زبان اور اسلوب کے اعتبار سے بہت عمدہ۔

اس جلد پر طویل مقدمہ ڈاکٹر حافظ عبدالرشید انظر اللہ کا رقم فرمودہ ہے جس کا عنوان ہے ”اجتہاد وافتا؛ کتاب وسنت اور سلف امت کے مناجح کی روشنی میں۔“ ۸۵ صفحات میں پھیلا ہوا یہ مقدمہ علم و ادراک کا دل آویز مجموعہ ہے۔ قارئین کرام اس کا مطالعہ کریں گے تو فاضل مقدمہ نگار کے طرز نگارش سے بھی محفوظ ہوں گے اور ان کے بیان کردہ حقائق سے بھی فیض یاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ وہ اس دور کے حلیل القدر عالم اور پختہ قلم مصنف تھے۔

اب آئیے زیر نظر فتاویٰ کے چند عنوانات ملاحظہ فرمائیے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا فتاویٰ کی یہ جلد کتاب العقائد پر مشتمل ہے اور اس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کی کتاب وسنت کی روشنی اور اقوال سلف کے حوالوں سے وضاحت کی گئی ہے۔

سب سے پہلے اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ خطوط میں بسم اللہ کے بجائے ۸۶ وغیرہ لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ پھر ”اللہ کے اسماء و صفات“ کا باب قائم کر کے اس سوال کا تفصیل سے جواب دیا گیا ہے کہ لفظ ”اللہ“ کی جگہ لفظ ”خدا“ لکھنا یا زبان سے ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے ارشادات بالخصوص لائق مطالعہ ہیں جو فتاویٰ کے مصنف شہیر نے مولانا سیالکوٹی کی تصنیف ”واضح البیان فی تفسیر ام القرآن“ کے حوالے سے تحریر فرمائے ہیں۔

اس کے بعد ”بیت اللہ شریف اور مساجد سے متعلقہ مسائل“ کا باب گیارہ صفحات پر مشتمل ہے اور اس موضوع کے بارے میں بہت

۳۰

حافظ ثناء اللہ مدنی نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

اس سے قبل باب نمبر ۱۲ ”حدیث اور اصول حدیث“ پر مشتمل ہے جو صفحہ ۲۹۳ سے صفحہ ۴۱۳ تک ۱۲۰ صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کا مطالعہ خواندگان کرام کے لیے نہایت استفادے کا موجب ہوگا۔

بہر کیف عقائد سے متعلق ”فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ“ کا یہ مجموعہ علماء و طلباء، مفتیان کرام اور عام قارئین سب کے لیے یکساں مفید ہے اور اضافہ معلومات کا بہت بڑا ذریعہ۔

فتاویٰ کے ناشر دینیات کے فاضل ہیں، انھوں نے پروف خوانی بہت توجہ اور محنت سے کی ہے۔ ناشر لکھتے ہیں: ”اس مجموعہ فتاویٰ کی اشاعت کا بارگراں اٹھانے کا باعث یہ ہوا کہ پاکستان میں اسلامی کتب کے بہت سے ناشرین معیاری اور قابل اعتماد طباعت میں حتی المقدور دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کرتے، لہذا میں نے اس کتاب کو خود شائع کرنے کا اہتمام کیا۔“ (ص: ۷۰) حتی المقدور کے بجائے ”بالعموم“ ہونا چاہیے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ فتاویٰ کے مصنف، مرتب، مخرج اور ناشر کو اجر جزیل سے نوازے اور ان کے لیے یہ صدقہ جاریہ ہو۔ یہاں یہ عرض کر دیں کہ حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب کا تذکرہ اس فقیر نے تین کتابوں میں کیا ہے۔ ایک ”برصغیر میں اہل حدیث کی سرگزشت“ میں۔ یہ کتاب مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی طرف سے شائع ہوئی۔

دوسرے ”روپڑی علمائے حدیث“ میں۔ یہ کتاب محدث روپڑی اکیڈمی جامع مسجد قدس اہل حدیث چوک داگراں لاہور نے شائع کی۔ میری تیسری کتاب جس میں حافظ صاحب مدوح کا ترجمہ ضبط کتابت میں آیا ہے ”چمنستان حدیث“ ہے۔ یہ کتاب کمپوزنگ کے مرحلے سے گزر چکی ہے۔ ان شاء اللہ مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور کی طرف سے اشاعت پذیر ہوگی۔

سے سوالوں کے مدلل جواب اس باب میں آگئے ہیں۔ بعد ازاں قرآن مجید اور اس کے متعلقات کا بیان ہے۔ اسی طرح دعوت و تبلیغ اور اسلام ملائکہ اور جنات و شیاطین۔ قیامت، حساب کتاب اور جنت و دوزخ۔ سیرت و شمائل اور نبی ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے فضائل۔ قضا اور تقدیر۔ حدیث اور اصول حدیث۔ کتب احادیث اور ان کے متعلقات۔ بعض آیات اور احادیث کی تطبیق و توضیح۔ الادیان والفرق یعنی مختلف مذہبوں اور فرقوں کے متعلق بحث۔ منکرین حدیث و سنت۔ حلال و حرام۔ نذر و نیاز، صدقہ و خیرات اور ایصال ثواب وغیرہ سے متعلق مختلف سوالوں کے جوابات۔ انسانی جسم و اعضا سے متعلق مسائل۔ دور حاضر کے جدید مسائل اور ان کا شرعی حکم۔ تاریخی واقعات و حالات۔ حکومت و سیاست اور حکمرانی سے متعلق ضروری مباحث۔ معاشرتی معاملات و آداب۔ جہاد و قتال۔ خواب اور ان کی تعبیر سے متعلق گفتگو۔

فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ کی یہ جلد ۳۷ ابواب کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر باب کے ذیل میں ایسے متعدد مسائل معرض بیان میں آگئے ہیں جو متعلقہ باب سے مطابقت رکھتے ہیں۔ فتاویٰ کا چھتیسواں باب خواب اور اس کی تعبیر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں بعض خوابوں اور ان کی تعبیرات کا ذکر کیا گیا ہے جو بڑا دلچسپ ہے۔

کتاب کے آخری باب (نمبر ۳۷) کا عنوان ہے: ”موت اور اس کے متعلقات“

باب نمبر ۱۵ (از صفحہ ۴۲۷-۵۰۷) الادیان والفرق (مختلف مذہبوں اور فرقوں) سے متعلق ہے۔ اس میں بہت سے اہم مسائل پر بحث کی گئی ہے، جس میں ایک بحث تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید کے درمیان تقابلی کی ہے جو صفحہ ۴۴۸ سے شروع ہوتی ہے۔ کسی سائل نے سوال کیا ہے: ”تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید کے درمیان تقابلی جائزہ مطلوب ہے، کیوں کہ عیسائی اور یہودی آج کل قرآن مجید میں تشکیک پیدا کر کے اپنا مخصوص مطلب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔“

### بقیہ: ہمارا سلطان

بہ حیثیت سلطان سلیمان کا گھر فوج کے خیموں میں تھا وہ بہت کم حرم سرا میں جایا کرتا تھا۔ مگر ترک حکمرانوں میں مطلق العنان بادشاہوں والی خامیاں بھی تھیں۔ بغاوت کے خطرے کے پیش نظر سلیمان نے اپنے وزیر اعظم ابراہیم پاشا اور دو بیٹوں مصطفیٰ اور بایزید کو قتل کرادیا۔ اس کے دامن پر لگا ہوا یہ داغ کبھی نہ مٹ سکے گا۔ عثمانی ترک بے شک اپنے پیشروؤں جیسے نہ تھے، ترک فوج کا مقابلہ یرموک اور قادسیہ میں لڑنے والے مسلمانوں سے نہیں کیا جاسکتا کہ وہ درس گاہ رسالت مآب ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اور آفتاب کی روشنی ان جیسے اعلیٰ کردار کے انسانوں کو پھر کبھی نہ دیکھ پائے گی۔ ذاتی کردار میں صلاح الدین ایوبی اس سے ارفع تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ اپنی تمام تر کوتاہیوں اور غلطیوں کے باوجود عثمانی ترک بہ شمول سلطان سلیمان آج کے دور کے ہم جیسے مسلمانوں سے بہتر مسلمان اور بہتر انسان تھے۔ (بہ شکریہ روزنامہ ”جنگ“ ۶ نومبر ۲۰۱۳)

### بقیہ: مارگریٹ مارکس

پھر اپنی ازدواجی زندگی کے متعلق بہت باتیں کیں۔ مولانا مودودی اور اپنے بارے میں دور گزشتہ کے واقعات بیان کیے۔ وہ اونچا سنتے ہیں اور بیمار بھی ہیں لیکن ان کی جسمانی حالت اور گفتگو کے لہجے سے ان کے ماضی کی پوری عکاسی ہوتی ہے۔

میرے خیال میں جماعت اسلامی کے پرانے اور نئے لوگوں میں سے کوئی ان کے پاس نہیں جاتا ہوگا۔ وہ ۱۹۵۱ء سے لے کر اپنی خانہ نشینی تک جماعت کی چشم دید اور گوش شنید تاریخ ہیں لیکن کوئی ان سے استفادہ کرنے والا نہیں ہے۔ شاید خود ان میں بھی لکھنے کی ہمت نہ ہو اور اپنے ہاتھ سے گزرے ہوئے واقعات کو ضبط تحریر میں لانے کی سکت نہ رکھتے ہوں۔

اب آئیے اللہ تعالیٰ سے عجز و عاجزی کے ساتھ دُعا کریں کہ وہ مریم جلیلہ کی مغفرت فرمائے اور یوسف خاں کو صحت و عافیت سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین!

### سید جنید غزنوی کی والدہ کا انتقال

پروفیسر سید ابوبکر غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی بیوہ محترمہ اور سید جنید غزنوی (مہتمم دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور) اور جناب سید حماد غزنوی کی والدہ محترمہ ۱۸ نومبر ۲۰۱۳ء بروز پیر وفات پا گئیں۔ اللہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ طویل عرصے سے شوگر کے مرض میں مبتلا تھیں۔ مرحومہ بڑی صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سید جنید غزنوی صاحب کا رابطہ نمبر: ۰۳۰۰-۸۲۷۷۰۱۸

### حاجی محمد خالد کو صدمہ

محترم حاجی محمد خالد صاحب کے برادر نسبتی محمد سلیم صاحب (بھلوال) گزشتہ دنوں سعودی عرب میں وفات پا گئے۔ قارئین سے دُعاے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ڈاکٹر حافظ فیض الرحمن خطیب مسجد قبا بھلوال)

### ضرورت رشتہ

عمر ۳۵ برس، مطلقہ خاتون، تعلیم بی اے بی ایڈ، ایم اے ایم ایڈ، کے لیے برسرِ روزگار راجپوت فیملی سے عالم دین یا دینی تعلیم یافتہ مسلک اہل حدیث سے رشتہ درکار ہے۔ ذات برادری کی قید نہیں۔ (رابطہ: قاری محمود الحسن صاحب ۶۹۲۶۸۹-۰۳۰۰)

## فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لاہوری

دار الدعوة السلفیہ، لاہور



جائزہ - ص: ۱۶ - مجلس عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔	۲۹۷ء ۸۲ امام ابن تیمیہ (مجموعہ ۱۶ رسائل)
۱۳ - محمد عظیم الدین صدیقی - حق تحقیق - ص: ۸۰ - مجلس	۱۲۳۱ ص صحابہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام: ترجمہ محمد رفیق -
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، کراچی۔	ص: ۳۲، پریس ملتان۔
۱۴ - سید ابوبکر غزنوی - واقعہ کربلا - ص: ۵۶ - المکتبۃ	۲ - مہر محمد میاں نوالی - تحفہ الاخیار - ص: ۶۴ - مکتبہ عثمانیہ۔
العلمیہ۔	۳ - بنی احمد قریشی - عمر فاروق اعظم - ص: ۱۶ - ادبیات
۱۵ - محمد عظیم الدین صدیقی - داستان کربلا - ص: ۳۲ -	بک ہاؤس۔
مجلس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔	۴ - مہر حاجی محمد افضل - قرآن اور اصحاب رسول ﷺ۔
۱۶ - محمد عظیم الدین - حادثہ کربلا - ص: ۱۶ - مجلس حضرت	ص: ۲۳ - مصری شاہ لاہور۔
عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔	۵ - بشیر احمد - ائمہ کفر مان معظّم - ص: ۱۶ - فاروقی کتب
۲۹۷ء ۸۲۳ آفتاب ملک۔	خانہ ملتان۔
۵۶۲ اہل بیت رسول پر صلاۃ و سلام کی شرعی حیثیت۔	۶ - حکیم محمد یوسف - حضور ﷺ کی صاحبزادیاں -
ص: ۴۰ - مرکز مطالعات اسلامی۔	ص: ۳۲ - دو خانہ فیض الباری۔
۲۹۷ء ۸۲۲ سید تنظیم حسین۔	۷ - عبدالمومن فاروقی - عقد اُم کلثوم - ص: ۲۳ - ادارہ
۶۱۲ ح اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت - ص: ۲۰۲ - سواد اعظم اہل	تحفظ ناموس اہل بیت پاکستان۔
سنت کراچی۔	۸ - ابن تیمیہ - سانحہ کربلا اور حضرت حسین و یزید۔
۲۹۷ء ۳۲۱۱ ملا کیدی	ص: ۲۳ - ادارہ خیاء الحدیث۔
۴۷۱ م ماسٹر جاء الامین و ہارودی - ص: ۸ - دارالقراء	۹ - محمود احمد عباسی - رسومات محرم - ص: ۴۶ - مکتبہ
گوجرانوالہ۔	فاروق اعظم۔
۲۹۷ء ۸۲ عزیر احمد صدیقی۔	۱۰ - مولانا داود غزنوی - اُسوۃ حسین - ص: ۲۴ -
۷۹۴ اہل بیت رسول اور تحقیق آل محمد - ص: ۴۸ - مکتبہ جاء	عبدالعزیز سکریٹری جمعیت اہل حدیث لاہور۔
الحق۔	۱۱ - محمد عبدالشکور صاحب - بے نظیر محققانہ مفاہین -
۲۹۷ء ۸۹ پرویز۔	ص: ۸۰ - ادارہ تحفظ ناموس رسالت
۴۶۵ ص ضبط ولادت - ص: ۳۱ - ادارہ طلوع اسلام - لاہور۔	۱۲ - محمد عظیم الدین صدیقی - ذوالفقار ایک تاریخی

- ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ نماز کی اہمیت۔ ص: ۷۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ پاکستان کی نئی زیارت گاہیں (۲ عدد)۔ ص: ۳۱۔ ادارہ  
 طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ جہاں مارکس ناکام رہ گیا (اُس سے آگے)۔ ادارہ  
 طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ حرام کی کمائی۔ ص: ۳۲۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ دوقومی نظریہ۔ ص: ۳۹۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ عورت قرآن کے آئینے میں۔ ص: ۳۹۔ ادارہ طلوع  
 اسلام۔ لاہور۔

### ضرورت کمپوزر

دارالحدیث السلفیہ و دفتر ہفت روزہ الاعتصام  
 ۳۱۔ شیش محل روڈ لاہور، کے لیے  
 ایک تجربہ کار کمپوزر کی ضرورت ہے۔  
 ان پیج اور کورل ڈرامیں کام کرنے والے کمپوزر  
 جلد از جلد رابطہ کریں  
 مشاہیرہ حسب لیاقت  
 باقی امور ملاقات کے وقت طے ہوں گے۔  
 رابطے کے لیے: 0300-9473913

- ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ روٹی کا مسئلہ۔ ص: ۲۴۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ قیامت موجود۔ ص: ۳۱۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ آرٹ اور اسلام۔ ص: ۳۲۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ انسانیت کا آخری سہارا۔ ص: ۳۶۔ ادارہ طلوع  
 اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ اسلامی قانون سازی کا فریضہ بال سے باریک تلوار  
 سے تیز۔ ص: ۲۲۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ مرزائیت (قادیانیت) اور طلوع اسلام۔ ص: ۳۱۔  
 طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ اندے کی لکڑی۔ ص: ۲۴۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ اسلام اور مذہبی دوا داری۔ ص: ۲۳۔ ادارہ طلوع  
 اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ۔ ص: ۴۸۔  
 ۳۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ ہماری نمازیں اور روزے بے نتیجہ کیوں ہیں۔ ص: ۸۔  
 ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔  
 ۲۹ء۸۹ پرویز۔  
 پ ۴۶۵ ہندو کیا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے؟۔ ص: ۶۔ ادارہ  
 طلوع اسلام۔ لاہور۔

## ماہر تعلیم شیخ العربیۃ مولانا محمد بشیر کی زیر نگرانی معهد اللغة العربیۃ کے شعبہ طلبہ اور شعبہ طالبات میں داخلہ جاری ہے

معهد اللغة العربیۃ اسلام آباد میں جدید طریقہ تعلیم رائج ہے، جس میں بچوں کو پہلے دو تین سالوں میں اسلامی تعلیم اور عربی زبان کی اچھی مہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ ادارے میں نیچے سے اوپر تک ذریعہ تعلیم عربی ہے اور چھوٹے بچوں کے تعلیمی شعبوں ناظرہ قرآن، تحفیظ القرآن اور تجوید القرآن میں بھی عربی بول چال کی تربیت دی جاتی ہے۔

اس ادارے میں زیر تعلیم میٹرک پاس طلبہ اور طالبات کو صرف دو تین سال بعد (۱) کسی اچھے دینی ادارے، سکول یا کالج میں اسلامیات اور عربی زبان کی تدریس کے لیے تقرری کی سہولت حاصل ہے۔ (۲) نیز انہیں پاکستان یا عرب ملکوں کی کسی اسلامی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلہ مل سکے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابتدائی جماعت میں داخلے کیلئے بچوں کا ٹڈل پاس ہونا ضروری ہے، اگلی کلاسوں میں بھی داخلہ جاری ہے۔ ہم وفـق اسق المدارس کے کورسوں کے علاوہ میٹرک اور ایف اے کی معیاری تدریس بھی کرتے ہیں۔ داخلہ ۱۵ ستمبر تک جاری رہے گا۔ بیرونی طلبہ اور طالبات کیلئے الگ الگ ہوٹل اور درس گاہ کا انتظام موجود ہے۔ معمولی فیس کی ادائیگی پر قیام و طعام کی سہولت دی جاتی ہے۔ جو علماء اپنے تعلیمی اداروں کو ترقی دینا چاہتے ہیں وہ اپنے عزیز بچوں کو معهد اللغة العربیۃ کے اس جدید طریقہ تعلیم سے استفادے کا موقع فراہم کریں۔

معلمین اور معلمات کے تربیتی کورسز ادارے میں معلمین اور معلمات کے لئے دو ماہ، چھ ماہ اور ایک سال کے تعلیم و تربیت کے کورسز بھی ہو رہے ہیں۔

**معهد اللغة العربیۃ سٹریٹ 32، آئی اینڈی ٹی سنٹر، جی نائن ون، اسلام آباد فون: 2253733**

### ہفت روزہ الاعتصام کی جلدیں خرید فرمائیں

ہفت روزہ الاعتصام کے قدیم شماروں کی فائلیں برائے فروخت موجود ہیں۔ دینی جامعات کو ہدیہ کرنے کا بہترین صدقہ جاریہ مخیر حضرات رابطہ فرمائیں۔ جامعات خود خریدنا چاہیں تو ان کے لیے خاص رعایت۔ واضح رہے کہ الاعتصام میں اہل حدیث کی تاریخ اور خدمات کے ساتھ ساتھ مختلف جامعات کی خدمات کا تذکرہ بھی محفوظ ہے، ان کے اشتہارات بھی، اور ان کی لائبریریوں کی زینت بھی، نیز اصحاب علم و فضل کے لیے علمی زنجبیل بھی۔ ☆ تعداد محدود ہے۔

نوٹ

اگر کوئی صاحب یا ادارہ ہفت روزہ ”الاعتصام“ کی مکمل فائل خریدنے کا خواہش مند ہو تو مناسب قیمت پر خریدنے کے لیے فوراً رابطہ کرے۔ برائے رابطہ: ہفت روزہ الاعتصام، اسٹیشن محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰ فون نمبر: 042-37354406